تحفۃ السالکین

ترجمہ اردو

ارشاد الطالبین

از تصنیفات

عالم باعمل فاضل اجل ماہر سلوک حقیقت واصل رموز طریقت حضرت جناب مولنا قاضی محمد ثناء اللہ صاحب
پانی پتی عثمانی حنفی مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

صاحب صدق وسچائی شیخ الہ بخش گنائی حنفی نقشبندی لاہوری غفر اللہ لہ و لوالدیہ

حسب فرمائش

شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب لاہور
بنگلہ ایوب شاہ
اندرون دروازہ شیرانوالہ

سنہ ۱۳۴۲ ہجری المقدس

در مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور بہ اہتمام مولوی عبدالرشید صاحب طبع شد

قیمت فی جلد

پتہ کتاب شیخ جان محمد الہ بخش صاحب منیجر اسلامیہ سٹیم پریس لاہور بیرون لوہاری دروازہ سے بھی مل سکتی ہے

دردوالوں کا ڈھیر کلام بزبان فارسی و اُردو

دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح ۸ر رباعیات حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ عہ کلیات اکبر الہ آبادی حصہ اول ۶ر
دیوان حضرت شاہ شرف بوعلی قلندر رح ۶ر رباعیات سحابی استرآبادی ... ۸ر " " حصہ دوم ۶ر
مثنوی بوعلی قلندر رحمۃ اللہ ... ۳ر رباعیات سرمد شہید رح پاکٹ " " حصہ سوم ۸ر
رباعیات بوعلی قلندر رح ... ۲ر ایڈیشن کاغذ نہایت اعلےٰ مجلد عمہ دیوان حالی ۸ر مجموعہ کلام حالی ... عمہ
دیوان خواجہ شمس تبریز رح ... عمہ قصائد عرفی .... مسدس حالی عمہ پنج گنج حالی ... ۵ر
دیوان حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ ۸ر کلیات حالی ۸ر نظم آزاد ... ۸ر
دیوان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح ۶ر کلیات حضرت شمس تبریز رح ... عہ کلام جوہر رئیس الاحرار مولانا محمد علی کا کلام ۸ر
دیوان حضرت خواجہ شیرازی رح ... ۱۲ر کلیات خاقانی .... ۸ر کلام احمق پھپھوندوی ۸ر
کلیات جامی رحمۃ اللہ ... عمہ دیوان مرزا بیدل ...... ۱۲ر مجموعہ کلام مولانا شبلی نعمانی ... ۱۲ر
انتخاب دیوان صائب رح ... عمہ کلیات نظیری نیشاپوری رح ... عمہ ایک ہی سائز کی قومی نظمیں ڈاکٹر اقبال
کلیات سعدی شیرازی رح ۱۲ر کلیات ظہیر فاریابی ...... عہ نالہ یتیم ۲ر شمع و شاعر ... ۶ر
کلیات انوری .... عمہ دیوان امیر خسرو ...... عمہ تصویر درد ۲ر تنبیہ الامت ۲ر
قصائد قاآنی .... عمہ کلیات میر تقی مرحوم ...... ۶ر شکوہ ۲ر جواب شکوہ ۴ر
کلیات عراقی .... عہ کلیات سودا .... ۶ر فریاد یا ایک یتیم کا خطاب ہلال عید کو ۲ر
دیوان حضرت احمد جام رح ... عہ دیوان خواجہ میر درد ..... ۸ر مکمل ترانہ ۲ر بلال حبشی ... ۲ر
دیوان مخفی .... ۱۲ر دیوان غالب .... ۸ر اکبر اور اقبال ۲ر خضر راہ ... ۴ر
مثنوی مولانا روم رح .... ۶ر دیوان غالب معہ شرح حسرت موہانی عہ طلوع اسلام ۴ر قومی زندگی ... ۳ر
کلیات غالب فارسی ... ۷ر دیوان ذوق مرتبہ مولانا آزاد مرحوم ۶ر خلافت اور اسلام ... ۳ر
مثنوی اسرار و رموز بیخودی ڈاکٹر اقبال عمہ قصائد ذوق ۶ر
پیام مشرق ڈاکٹر اقبال ... عمہ صنم خانہ عشق یعنی دیوان امیر مینائی مرحوم .... ۶ر جناب میر غلام بھیک صاحب نیرنگ بی اے
دیوان مولانا شبلی فارسی ... ۷ر کلیات مومن .... ۸ر فریاد جرس ۱ر
قصائد انوری .... ۸ر کلیات انشاء اللہ خاں ... ۶ر کلام نیرنگ .... ۱۲ر ... ۱۰ر
غزلیات نظیری ...... ۶ر کلیات ابوالظفر بہادر شاہ ۶ر شرط زندگی .... عمہ ... ۳ر
دیوان عرفی شیرازی ... ۶ر دیوان ناسخ .... ۱۲ر نوائے انقلاب ...... ۸ر ... ۲ر
دیوان غنی کشمیری ...... ۱۲ر کلیات آتش .... ۸ر آہنگ محمل ...... عہ ... ۳ر
دیوان حضرت سلطان باہو رح ۸ر دیوان رند .... ۶ر درد پنہاں .... ۱۲ر ... ۳ر
کلیات غلام امام شہید ... ۶ر انتخاب داغ .... عمہ پیغام محمل .... ۱۲ر ... ۱ر
مثنوی باقی باللہ رحمۃ اللہ ... ۶ر دیوان حسرت موہانی ... ۸ر ۶ر

المشتہران شیخ جان محمد الٰہ بخش تاجران کتب لاہور بنگلہ ایوب شاہ

فہرست مضامین کتاب مستطاب المسمّٰی بہ تحفۃ السالکین ترجمہ اردو ارشاد الطالبین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اٰمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ وَسَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَا سَئَلَکَ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِمَّا اسْتَعَاذَ بِکَ نَبِیُّکَ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ اَنْتَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔[1] حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر حقیر محمد ثناء اللہ متوطن پانی پت نسباً عثمانی مذہباً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی عرض پرداز ہے کہ جب میں نے لوگوں کے خیالات مختلف پائے (۱) چنانچہ اُن میں سے بعض ولایت کے منکر ہیں (۲) اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے کبھی اولیاء اللہ ہوتے تھے۔ لیکن اس فاسد زمانے میں کوئی نہیں ہے۔ (۳) اور بعض اولیا کے معصوم اور عالم غیب ہونیکا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیا جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ اور جو نہیں چاہتے نہیں ہوتا۔ اور اسی خیال پر اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اور چونکہ وہ ان اولیاء اللہ اور مقربان درگاہ خداوندی میں جو زندہ ہیں یہ صفت نہیں پاتے۔ اسلئے اُنکی ولایت سے منکر ہو جاتے ہیں اور اُنکے فیوض سے محروم رہتے ہیں (۴) اور

[1] ترجمہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔ مالک ہے دن قیامت کا۔ (اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ دکھا ہمکو راہ سیدھی اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے فضل کیا۔ اور نہ راہ اُن لوگوں کی جنپر تو غصہ ہُوا۔ اور نہ گمراہ شدوں کی۔ اے اللہ میری دعا قبول کر۔ اے اللہ تو محمد صلعم پر اور اُنکی آل پر رحمت نازل کر جس طرح تو نے حضرت ابراہیم اور ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی۔ بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔ اے اللہ تو محمد صلعم پر اور اُنکی آل کو برکت دے جس طرح تو نے ابراہیم اور ابراہیم کی آل اولاد کو برکت دی۔ بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو تیرے نبی صلعم نے تجھ سے مانگی تھی اور پناہ مانگتا ہوں اس سے جس سے تیرے نبی امی صلعم نے پناہ مانگی ہے۔ اے اللہ میرے لئے میرا سینہ کھولدے اور میرے لئے میرا کام آسان کر۔ اور میری زبان سے گرہ کھولدے تاکہ وہ سمجھیں میری بات کو۔ تو میرے لئے کافی ہے۔ اور تو کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

بعض لوگ ایسے بیوقوف اور جاہل پیروں کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں جو اسلام اور کفر میں فرق نہیں کرتے (۵) اور بعض اولیاء اللہ کے غلبۂ حال کی باتوں اور اُن کلمات سے جنکے ظاہری معنے مراد نہیں ہوتے انکار کر دیتے ہیں اور اُنپر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں (۶) اور بعض اُنکے غلبۂ حال کی باتوں کو ظاہری معنوں پر محمول کر کے اور انہیں کو اپنا عقیدہ بنا کر قرآن۔ حدیث اور اجماع سے ثابت ہوتے ہوئے سچے عقائد کو چھوڑ دیتے ہیں (۷) اور بعض علوم ظاہری کو کافی سمجھکر طریقت کی طلب میں سستی کرتے ہیں (۸) اور بعض لوگ اولیاء اللہ کے آداب اور اُنکے حقوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں (۹) اور بعض ایسے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ اُنکی نذریں مانتے ہیں۔ اور بیت اللہ کی طرح اُنکی قبروں کا طواف کرتے ہیں۔ تو میں نے چاہا کہ ایک مختصر کتاب لکھوں جس سے لوگ ولایت کی حقیقت معلوم کریں اور اُس میں افراط و تفریط اور گناہ سے بچیں چنانچہ اسکے متعلق میں نے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی جسکا نام ارشاد الطالبین ہے۔ مگر جب بعض دوستوں نے فرمایش کی کہ کچھ فارسی زبان میں بھی لکھنا چاہئے۔ تاکہ فارسی خواں اُس سے فائدہ اُٹھائیں۔ تو یہ رسالہ فارسی زبان میں لکھا گیا[1] یہ رسالہ پانچ مقاموں پر منقسم کیا گیا ہے۔ **مقام اول** ولایت کے ثبوت اور اُسکے متعلقات کے بیان میں۔ **مقام دوم**۔ اُن آداب کے بیان میں جو ناقص لوگوں اور مریدوں کو لازم ہیں۔ **مقام سوم**۔ مرشدوں کے آداب میں۔ **مقام چہارم**۔ ترقی اور حصول ولایت کے آداب میں۔ **مقام پنجم**۔ قرب الٰہی کے مراتب پر پہونچنے اور پہونچانے کے بیان میں۔ **خاتمہ** سلوک نقشبندیہ میں +

(پہلا مقام)

ولایت کا ثبوت اور اُسکے متعلقات کا بیان

فصل اول ولایت کا ثبوت

یاد رکھو خدا تمکو سعادت بخشے کہ جس طرح انسان میں کمالات ظاہری ہیں اور وہ صحیح اعتقادات قرآن۔ حدیث اور اجماع اہلسنت والجماعت کیموافق نیک اعمال۔ فرائض واجبات سُنن اور مستحبات کا بجالانا۔ اور حرام۔ مکروہ اور مشتبہ باتوں اور بدعتوں کا ترک کر دینا ہے۔ اسی طرح انسان میں ایک اور قسم کی باطنی کمالات بھی ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اجنبی آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا۔ کہ اسلام کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ آدمی کلمہ شہادت صدق دل سے پڑھے۔ نماز اور زکوٰۃ ادا کرے۔ اور ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ اور بشرط استطاعت حج کرے۔ اُسنے عرض کیا۔ آپؐ نے صحیح فرمایا ہے تو ہمنے تعجب کیا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ پھر ایمان کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا۔ ایمان یہ ہے

[1] جس کا اب ترجمہ تحفۃ السالکین کے نام سے کیا گیا ہے۔ مترجم

کہ تو خدا اور فرشتوں اور کتابوں پیغمبروں اور روز قیامت پر ایمان لائے۔ اور اسپر بھی کہ خیر و شر سب خدا کی تقدیر سے ہے اُسنے کہا آپنے بجا فرمایا۔ پھر سوال کیا کہ احسان کیا ہی۔ فرمایا احسان یہ ہی۔ کہ تو خدا کی عبادت کرے اس طرح کہ گویا تو اُسکو دیکھتا ہے۔ اور اگر تو اُسکو نہیں دیکھتا۔ تو تو یہ سمجھے۔ کہ وہ تجکو دیکھ رہا ہے۔ پھر قیامت کے متعلق پوچھا۔ فرمایا کہ میں تمسے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر قیامت کے علامات کے متعلق سوال کیا۔ اور آپنے اُسکی نشانیاں بتائیں۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ تمہیں دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ عقائد اور اعمال کے سوا ایک کمال احسان کے نام سے اور بھی ہے۔ جو ولایت کہلاتا ہے۔ صوفی کو جب محبت الٰہی غالب ہو جاتی ہی جس کو اصطلاح میں فنائے قلب کہتے ہیں۔ تو اسکا دل محبوب حقیقی کے مشاہدہ میں غرق اور محو ہو جاتا ہے۔ اور اسکے سوا کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور اس حالت میں وہ خدا کو نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اُسکو دنیا میں دیکھنا عادتاً محال ہے۔ لیکن صوفی کو اُسوقت ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے۔ کہ گویا خدا کو دیکھتا ہے۔ اور اس حالت سے پیشتر صوفی تکلف سے اپنے آپکو اس حال پر رکھتا ہی۔ اور رسول کریم صلعم نے اسی حالت سے خبر دی ہے کہ "تو یہ سمجھے کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے"

دوسری دلیل یہ ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی۔ کہ انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہی۔ اگر وہ سُدھر جائے تو سارا بدن سُدھر جائے۔ اگر وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جائے۔ اور وہ **دل** ہی۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ دل کی اصلاح بدن کی اصلاح کا سبب ہوتی ہے جسکو صوفیائے کرام فنائے قلب کہتے ہیں۔ اور جب وہ محبت الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور نفس اُسکی صحبت سے متاثر ہو کر سرکشی سے باز آ جاتا ہے۔ اور خدا ہی کے لئے لوگوں سے محبت اور بغض کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ تو بلا شبہ تمام بدن شریعت کا مطیع اور فرماں بردار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ دل کی درستی تو ایمان اور اعمال سے ہوتی ہے۔ بیشک اُسکے جواب میں کہنا چاہئے۔ کہ حدیث میں دل کی درستی کو بدن کی درستی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اور بدن کی درستی سے اعمال صالح مراد ہیں چنانچہ اصلاح قلب اگر صرف ایمان کو قرار دیا جائے۔ تو صرف ایمان تو کبھی اصلاح بدن کے بغیر بھی پایا جاتا ہے۔ اور اگر ایمان اور اعمال کے مجموعہ کو اصلاح قلب کہا جائے تو اسکو اصلاح بدن کا سبب سمجھنا صحیح نہ ہوگا۔

تیسری دلیل یہ ہی۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دوسرے لوگوں سے افضل ہونے پر اجماع اُمت ہو چکا ہے۔ اور علم و عمل میں تو دوسرے لوگ بھی صحابہ کے شریک ہیں۔ اور یا ایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی دوسرا شخص کوہ اُحد کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ تو وہ اس نصف صاع لہ

لہ صاع عرب میں ایک پیمانہ ہے اور جو ہمارے ۱½ سیر کے برابر ہے۔ مترجم

جَو کے برابر بھی نہ ہوگا۔ جو صحابہ نے راہ خدا میں خرچ کیا ہوگا۔ پس یہ محض باطن کے کمال کے سبب سے ہے۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلعم کی صحبت کے سبب سے اُن کا باطن پیغمبر خدا صلعم کے باطن سے روشن ہوگیا تھا۔ اگر اولیائے اُمت نے یہ دولت پائی ہے تو پیروں کی صحبت سے پائی ہے اور اُن کے باطن پیغمبر خدا صلعم کے باطن سے بواسطہ روشن ہوئے ہیں۔ اور اِس صحبت اور اُس صحبت میں جو فرق ہے۔ عیاں ہے۔ پس معلوم ہؤا۔ کہ کمالات ظاہری کے سوا ایک باطنی بھی ہے۔ جنکے درجات میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی اسپر دلالت کرتی ہے۔ کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ جو شخص ایک بالشت مجھ سے قریب ہونا چاہتا ہے۔ میں ایک ہاتھ بھر اُسکے قریب آنا چاہتا ہوں۔ اور جو شخص ایک ہاتھ بھر میرے قریب آنا چاہے میں ایک باع[1] بھر اُسکے قریب آنا چاہتا ہوں۔ اور فرماتا ہے کہ بندہ ہمیشہ نفل عبادت سے میری نزدیکی طلب کرتا ہے تاکہ میں اُسے اپنا دوست جانوں۔ اور جب میں اُسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ اُس کی بینائی و شنوائی اور قدرت میں ہو جاتا ہوں۔

چوتھی دلیل یہ ہے۔ کہ بے شمار لوگوں کی ایک جماعت نے جنکا جھوٹ پر متفق ہونا عقل محال سمجھتی ہے اور وہ اس قسم کی جماعت ہے۔ کہ اُسکا ہر ایک فرد بشر تقویٰ اور علم کے باعث ایسا درجہ رکھتا ہے کہ اُسپر جھوٹ کی تہمت لگانا جائز نہیں ہے۔ زبان قلم سے اور قلم زبان سے خبر دیتی ہے کہ ہمکو مشائخ کی صحبت کی وجہ سے جنکی صحبت کا سلسلہ رسول اللہ صلعم تک پہنچتا ہے۔ عقائد اور فقہ کے سوا جنسے وہ ان کی صحبت سے پیشتر بہرہ یاب تھے۔ باطن میں ایک نئی حالت پیدا ہو گئی ہے۔ اور اس حاصل شدہ حالت سے اُن کے دل میں خدا اور خدا کے دوستوں سے محبت اور اعمال صالح کا شوق اور نیکیوں کی توفیق اور سچے اعتقادات اور زیادہ راسخ ہو گئے ہیں یہی حالت ہے جس کو کمال کہنا چاہیئے۔ اور یہی حالت بہت سے کمالات کا موجب ہے۔

پانچویں دلیل خرق عادات ہے۔ اور یہ دلیل ضعیف[2] ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ خرق عادات کا تقویٰ کے ساتھ مل جانے سے اس میں اور جادو میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ اور کمالات کا پتہ لگ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اَعْلَمُ ؕ

---

[1] باع دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے فاصلے کو کہتے ہیں۔ (پ) کلاچ۔ مترجم

[2] ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی کبھی خرق عادات کا فساد ہوؤں اور ملحد فقیروں سے بھی ظہور پذیر ہو جاتا ہے اسلئے یہ دلیل ہمیشہ اولیائی کا پتہ نہیں دے سکتی۔ جو شخص مشق و ریاضت کرے اور دل کی حرارت اور نظر کی حدت بڑھائے خرق عادات کے کرشمے دکھا سکتا ہے۔ مگر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ ہی بتا دیا ہے۔ کہ خرق عادات کے ساتھ اگر دینداری اور پرہیزگاری بھی موجود ہو۔ تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ شخص ولی ہے۔ ساحر۔ جادوگر۔ شعبدہ باز۔ فسون گر وغیرہ نہیں۔ مترجم۔

دوسری فصل ولایت کی تحقیق

یاد رکھو۔ (خدا تمہیں نیک راہ دکھائے) کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے نہایت قریب ہے جس کی دلیل اللہ جل شانہٗ کا اپنا یہ قول قرآن شریف میں وارد ہے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ یعنے ہم بندہ کے لئے اُسکی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اور یہ قول کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ یعنے تم جہاں ہو خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اور ایک قرب خاص خاص بندوں اور فرشتوں کا ہے۔ جس کی دلیل خدا کا یہ قول ہے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنے سجدہ کر اور خدا کا قرب طلب کر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ لَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتُهٗ یعنے بندہ ہمیشہ نفلوں کے گذارنے کے باعث میری طرف نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُسکو اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ اور اس دوسرے قُرب کو ولایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس قرب کے اول مراتب نفس ایمان سے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ لیکن معتمد یہ ہے کہ اسکی ولایت خاصہ سے تعبیر کی گئی ہے۔ اور یہی محبوبیت کا درجہ ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے لایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہ اسکے بہت سے مقامات اور درجات ہیں۔ چونکہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کی ذات بے مثل اور بے نظیر ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ فِي الذَّاتِ وَلَا فِي الصِّفَاتِ وَلَا فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْاِعْتِبَارَاتِ یعنی کوئی چیز ذات میں یا صفات میں یا اور کسی اعتبار سے اُسکی مانند نہیں ہے۔ پس یہ دونو قرب بھی جو خالق اور مخلوق کے درمیان بطور نسبت قائم ہیں۔ نیز بے مثل ہیں۔ جو قرب زمانی یا قرب مکانی یا کسی دوسرے قرب سے ذات اور صفات اور طول و عرض میں مشابہ نہیں ہے۔ اس قرب کی ماہیت عقل اور حس کے ذریعے سے دریافت نہیں ہو سکتی۔ اگر دریافت بھی ہوتی ہے تو اس علم کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ جو خدا کی بخشش اور علم حضوری[2] کے مناسب ہوتا ہے۔ اور ان دونوں قسم کے قربوں کا یہیں حاصل ہونا ثابت ہے۔ جس پر ایمان لانا واجب ہے۔ چنانچہ حق سبحانہٗ کا دیدار بلا جہت اور بلا اسکے کہ نظر کرنے والے میں مقابلہ ہو۔ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے نہ عقل سے۔ **سوال**۔ ولایت سے مراد نسبت ہے بے کیف جو بندے کو خدا کے ساتھ ہے۔ اس کا نام قرب کیوں رکھا گیا ہے۔ **جواب**۔ اس سوال کا جواب دو مقدموں کے بیان پر موقوف ہے۔ (۱) پہلا مقدمہ یہ کہ کشف اور خواب دونوں سے مراد یہ ہے۔ کہ مثال کی صورت خیال

---

[1] یہ علم عقائد کا مسئلہ ہے جو ثبوت مدعا کے لئے بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔

[2] علم حضوری یہ ہے کہ کسی چیز کا تصور اسطرح حاصل ہو کہ اُسکے لئے اسکی صورت ذہنی کا ذہن میں آنا ضروری نہ ہو۔ بلکہ وہ چیز ایسی قریب اور منضم ہو کہ اُسکے علم کے لئے کسی واسطہ کی حاجت ہی نہ ہو۔ جیسے اپنے وجود کا علم ۱۲۔

کے آئینہ میں منعکس ہو جاتی ہے خواہ خواب میں یا بیداری میں - اور جس قدر خیال کا آئینہ صاف ہوگا اُسی قدر کشف اور خواب ٹھیک اور سچا ہوگا - اسی لئے پیغمبروں کا خواب وحی قطعی ہے - کیونکہ وہ خطا سے معصوم ہیں اور اُن کے خیالات نہایت مصفا اور باطن نہایت پاکیزہ ہیں - اولیا کا خواب اکثر صحیح ہوتا ہے - کیونکہ اُنہوں نے پیغمبروں کی صحبت کی دولت سے بیواسطہ یا بواسطہ اور شریعت پر عمل کرنے سے خیالات کی صفائی اور باطن کا نور حاصل کیا ہے - مولانا روم یوں فرماتے ہیں ؎

آں خیالاتے کہ دام اولیاست ✤ عکس مہرویانِ بستانِ خداست

یعنے چونکہ ان اولیا کے بواطن میں جو انبیاؤں کے باطن کا فرعی آئینہ ہے یعنے ذاتی نہیں - اور انبیاء کی متابعت کے سبب سے حاصل ہوئی ہے - کبھی اصلی تاریکی ظاہر ہو جاتی ہے اور خیال کا آئینہ مکدر ہو جاتا ہے - اسلئے کشف اور رویا میں خطا واقع ہو جاتی ہے - اور یہ کدورت کبھی حرام یا مشتبہ امر کے ارتکاب سے یا حد اعتدال سے تجاوز کر جانے کے سبب سے یا عوام سے ملنے جلنے اور اُن سے اثر پذیر ہونے کے باعث پیدا ہو جاتی ہے - اور عوام الناس کا خواب باطن کی تاریکی کے باعث عموماً جھوٹا ہوتا ہے - (۲) دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ عالم مثال میں واجب سے لیکر ممکن تک ہر چیز مثال ہے - اگرچہ خدا کی ذات و صفات کی کوئی مثال نہیں ہے - مثل اُس چیز کو کہتے ہیں - جو اُس شئے جیسی ہو - اور اُسکے اوصاف سے متصف ہو - اور یہ بات خدا کی ذات و صفات میں محال ہے - بخلاف مثال کے کہ آفتاب کو بادشاہ کی مثل کہہ سکتے ہیں - حق تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان کی ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ یعنی اللہ تعالیٰ کا نور مومن کے دل میں اُس چراغ کے نور کی مثل ہے جو چراغدان میں ہو - الخ اور حدیث شریف میں خداوند تعالیٰ کی مثال آئی ہے - کہ کَمَثَلِ سَیِّدٍ بَنٰی دَارًا وَجَعَلَ فِیْھَا مَادُبَۃً الحدیث الخ یعنی ایک سردار ہے جس نے گھر بنایا اور اُس میں ایک ضیافت کا اہتمام کیا - اہل حق کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا جائز ہے[1] - چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے - اور یوسف علیہ السلام نے خواب میں ایام قحط کو لاغر گائیوں کی صورت میں اور ایام ارزانی کو فربہ گائیوں اور گیہوں کے خوشوں کی صورت میں دیکھا تھا[2] - اور صحیح بخاری میں مروی ہے - کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا لوگ میرے پاس آ رہے ہیں - اور جن میں ہر ایک شخص پیرہن پہنے ہوئے ہے - بعض کا پیراہن پستان تک اور بعض کا اس سے نیچے تک ہے - اور عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گذرے جو اپنا لمبا پیراہن زمین پر کھینچے

---

[1] یہاں جائز کا لفظ مباح کے معنے میں نہیں ہے - جیسے کہ عموماً استعمال ہوتا ہے - کیونکہ اباحت کو تخییر لازم ہے - اور خواب دیکھنا نہ دیکھنا انسان کے اپنے اختیار کی بات نہیں ہے - بلکہ یہاں جائز کا لفظ صحیح و درست کے معنے میں استعمال ہوا ہے - جس کا مطلب یہ ہے - کہ خدا کو خواب میں دیکھنا صحیح اور قابل تعبیر ہو سکتا ہے - مترجم -

[2] اس عبارت میں قدرے مسامحت واقع ہوئی ہے - یہ خواب یوسف نے نہیں دیکھا تھا بلکہ عزیز مصر نے دیکھا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اسکی تعبیر بتائی تھی - مترجم -

جارہے تھے۔ لوگوں نے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ اس سے مُراد علم ہے۔ ان احادیث اور آیات سے معلوم ہوا۔ کہ جو چیز بے مثل ہے اور مادی نہ ہو اسکا خواب میں دیکھنا ممکن ہے۔ اور وہ کشف کی نظر سے دکھائی دی سکتی ہے۔ جب تم ان دونوں مقدموں کو سمجھ چکے تو واضح ہو کہ وہ بے مثل نسبت بھی جسکو ولایت کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں۔ کبھی کشف کی نظر میں قرب جسمانی کی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے۔ اور جس قدر اس قرب میں ترقی حاصل ہوتی جاتی ہے۔ اُسی قدر کشف کی نظر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کی ذات یا اُسکی صفات میں سے کسی صفت کی طرف پہنچتا چلا جارہا ہوں۔ اور اسی صورت مثالی کی بنا پر اس نسبت کو قرب الٰہی اور اسی ترقی کو سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر من اللہ اور سیر باللہ کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فنا کے بعد رجوع نہیں **مسئلہ**۔ صوفیاء کرام فنا کے بعد اپنی پہلی حالت پر نہیں آسکتے اگر کوئی آیا ہے تو فنا سے پیشتر آیا ہے۔ فقیر اسی مسئلہ کی دلیل میں یہ آیت پیش کرتا ہے۔ کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ترجمہ یعنی حق تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع نہیں کرتا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے واپس نہیں لیگا مگر علم کو علماء کے قبضے سے قبض کرلیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایمان حقیقی اور علم باطنی کو بھی قبض نہ کرے گا۔ **مسئلہ**۔ اعلیٰ درجہ کا تقویٰ صرف ولایت سے حاصل ہوتا ہے۔ جب تک نفس کے بُرے خصائل مثلاً حسد۔ غصہ۔ تکبر۔ ریا اور طلب شہرت وغیرہ اچھی طرح دور نہ ہوں اعلیٰ درجہ کا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ فنائے نفس پر موقوف ہے۔ اور جبتک اللہ تعالیٰ کی محبت غیر اللہ کی محبت پر غالب نہ ہو۔ بلکہ غیر اللہ کی محبت کے لئے دل میں اصلاً گنجائش نہ رہے۔ کامل ایمان اور اعلیٰ درجہ کا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ قلب کے فنا ہونے پر موقوف ہے جسکو رسول اللہ صلعم نے اصلاح قلب سے تعبیر فرمایا ہے۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایؤمن احدکم حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کوئی شخص صاحب کامل ایمان نہیں ہوتا جب تک کہ میں اُسکو اُسکے باپ اور بیٹے اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلٰث من کن فیہ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ یَّکْرَهُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ کَمَا یَکْرَهُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ (متفق علیہ) یعنی تین آدمی ایمان کی حلاوت چکھتے ہیں۔ وہ شخص جس کے نزدیک خدا اور رسول دوسروں کی نسبت زیادہ محبوب ہوں۔ اور وہ شخص جو کسی کو دوست نہ رکھے مگر خدا کے لئے۔ اور وہ شخص جس کے نزدیک کفر کی

طرف رجوع کرنا زیادہ ناپسند ہو۔ یعنی لوگ تو دوزخ میں داخل ہونے کے خوف سے ایمان لاتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ کفر کو دوزخ سے زیادہ ناپسند رکھتا ہو یعنی خدا کی عبادت محض اُسکی محبت کے لئے کرتا ہے نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کے طمع سے۔ حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا نے ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے ہاتھ میں آگ پکڑی۔ لوگوں نے پوچھا کہاں جا رہی ہو۔ فرمایا میں اس کام کے لئے جاتی ہوں کہ دوزخ کو پانی سے بجھا دوں اور بہشت کو آگ سے جلا دوں تاکہ لوگ خدا کی عبادت دوزخ کے خوف اور بہشت کی طمع سے نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اکرموا صحابی یعنی میری اصحاب کی عزت کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ اور قابل عزت وہ ہے۔ جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہو۔ اور اُمت کا اسپر اجماع ہو چکا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ ساری خلقت سے بزرگ اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔ اور یہ اسلئے ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی صحبت کے شرف سے سب سے پہلے ولایت کے مقام پر فائز ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی پیشقدمی کرنے والے ایمان میں پیشقدمی کرنے والے ہیں طرف اللہ کی اور یہی لوگ مقرب ہیں۔

مسئلہ۔ اولیاء اللہ کی عبادت کا ثواب دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر تم میں سے کوئی کوہ اُحد کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے وہ میرے صحابہ کے ایک سیر جَو کے برابر نہ ہوگا۔ یہ حدیث صحیحین میں ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ اور اس بات میں بھید یہ ہے کہ تمام عالم گویا ایک دائرہ ظلال کا سایہ ہے۔ جیسا کہ انشاء اللہ بیان کیا جائیگا۔ اور صوفی جب سیر ترقی میں دائرہ ظلال تک پہنچکر اُس میں فنا اور مستہلک ہو جاتا ہے۔ تو جو قرب دائرہ ظلال کو خدا کے ساتھ ہے۔ اس صوفی کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور تمام عالم گویا اس صوفی کا سایہ ہو جاتا ہے۔ اور اہل جہان کی صفات اور عبادات گویا اس صوفی کی صفات اور عادات کا سایہ بن جاتی ہیں۔ اسلئے جو تفاوت سایہ اور اصل چیز میں ہوتا ہے۔ وہی تفاوت ولی اور غیر ولی کی عبادت میں ہوگا۔ صوفی ہمیشہ ترقی کرتا ہے ومن استوے یوماہ فہو مغبون یعنی جو شخص ایک دن بھی اسی رتبہ پر رہے وہ خسارہ میں رہا۔ اسلئے صوفی کو ہر وقت ترغیب وار مراتب حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ جو تمام مراتب سابقہ سے بہتر ہوتے ہیں۔

ؔ حضرت رابعہ نہایت عابدہ زاہدہ خاتون تھیں اور زمرہ اولیاء میں شامل ہیں۔ بصرہ کی رہنے والی تھیں سفیان ثوری جو زبردست فقیہ اور نامی گرامی مجتہد گذرے ہیں اُنکے ہم زمانہ تھے۔ اور اکثر رابعہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ قرآن شریف کی اسقدر ماہر تھیں۔ کہ بات چیت اور گفتگو روزمرہ میں ہمیشہ قرآن شریف کی آیت بطور سوال وجواب زبان مبارک سے فرما دیا کرتی تھیں اور اس فضیلت علمی کے باعث اُسکا لقب تاج الرجال پڑ گیا تھا اور اپنی باطنی خوبیوں کے باعث ام الخیر کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں ۱۳۵ھ ہجری میں وفات پائی۔ اُنکے مزید حالات کے لئے مصنف کتاب ہذا سے انکی سوانحعمری قیمتاً منگوائیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں ؎

میر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ ✤ سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

یعنی زاہد تو ہر رات صرف دن بھر کی مسافت طے کرتا ہے۔ عارف ایک ہی دم میں خدا کے حضور میں جا پہنچتا ہے اور اس مسئلہ کی دلیل عبید بن خالد کی حدیث ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے دو شخصوں کو بھائی بنا دیا۔ ان میں سے ایک خدا کی راہ میں شہید ہو گیا۔ پھر ان میں سے دوسرا بھی ہفتہ یا ایسی ہی کچھ مدت بعد فوت ہو گیا۔ لوگوں نے اسکے جنازہ پر نماز پڑھی۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس مرد کے حق میں کیا دعا کی گئی۔ ہم نے عرض کیا۔ اسکے حق میں ہم نے یوں دعا کی۔ کہ اللہ تعالیٰ اسکو بخشے اور اسکو اپنے دوست کے ساتھ ملائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تو پھر اوسکی نماز جو اس نے اسکی شہادت کے بعد پڑھی ہے اور وہ غسل جو اسکے بعد کئے ہیں کہاں جائینگے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ان دونوں صحابیوں کے درمیان زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور بھید اس میں وہی ہے۔ جو پہلے بیان کیا گیا۔ کہ قرب کے لحاظ سے اوپر کا ہر ایک نقطہ ہر ایک نیچے کے نقطہ کے لئے بمنزلہ اصل کے ہے۔ اور نیچے کے نقطے بمنزلہ اسکے سایہ کے ہیں۔ اسلئے جب اوپر کا نقطہ حاصل ہو جائے۔ تو نیچے کے تمام نقطوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ سایہ اصل کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتا ہے؟

مسئلہ۔ جو ولی خدا کی درگاہ میں زیادہ مقرب ہے۔ اسکی عبادت کا ثواب ان دوسرے ولیوں کی عبادت سے زیادہ ہوتا ہے۔ جو اس سے کم رتبہ ہوتے ہیں یہی راز ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ایک شب جبکہ ستارے خوب چمکیلے اور گنجان نظر آرہے تھے۔ رسول اللہ صلعم میرے پاس تھے میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کوئی ایسا بھی ہوگا جس کی نیکیاں ان ستاروں کے برابر ہونگی۔ فرمایا۔ ہاں عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کتنی ہونگی۔ فرمایا عمر رض کی تمام نیکیاں ابو بکر رض کی ایک نیکی کے برابر ہونگی۔ اے بھائی جب ان دو خلیفوں کی نیکیوں میں باوجودیکہ وہ تمام تعلقات میں باہم شریک ہیں۔ رتبہ کی بلندی کے سبب اس قسم کا تفاوت ہے۔ تو ایک ایسے شخص میں جو صفات کے مرتبہ میں پہنچا ہوا ہے۔ اور دوسرے شخص میں جو دائرہ ظلال میں ہو۔ کسقدر تفاوت سمجھ میں آسکتا ہے۔

تیسری فصل خوارق عادات کا بیان

خرق عادت کی کئی قسمیں ہیں ایک انہیں سے کشف ہے۔ اور کشف کی دو قسمیں ہیں ایک تو کشف کونی

وہ یہ کہ جو موجودات نظر سے غائب ہو اُسکے حالات ظاہر ہوجائیں اور زمانہ ماضی یا مستقبل کے حالات معلوم ہوجائیں بیہقی ابن عمر رضہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کے لئے لشکر بھیجا اور اُسپر ساریہ کو افسر مقرر کیا۔ ایکدن حضرت عمر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ عین خطبہ کے درمیان آواز دی۔ کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار ہو یاڑ پہاڑ میں کفار نے گھات لگائی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نظر آ گئے اور بہت ہی منازل کے فاصلہ سے ساریہ کو اسکی اطلاع دیدی۔ دوم کشف الٰہی اس سے سلوک طریق میں اپنے اور دوسرے سالکوں کے احوال کو دریافت کرنا۔ اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں ہر ایک کے مرتبہ قرب کو معلوم کرنا مراد ہے۔ اور وہ علوم جو خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات سے تعلق رکھتے ہیں اسی قبیل سے ہیں۔ اگر عالم مثال میں کشفی نظر سے دیکھا جائے۔ تو ان اقسام میں ایک قسم الہام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ صوفی کے دل میں علم القا فرماتا ہے۔ اور ہاتف کا کلام اسی قبیل سے ہے۔ اور الہام اور وسوسہ میں فرق یہ ہے کہ الہام سے صوفی کا دل اطمینان پاتا ہے اور اُسکو یقین ہو جاتا ہے۔ اور وسوسہ سے قلب سلیم انکار کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ استفت نفسك وان افتاك المفتون یعنی اپنے دل سے فتوے پوچھ اگرچہ فتویٰ دینے والے تجکو فتویٰ دیں۔ یعنی اگرچہ علمائے ظاہر ہر ایک چیز کے حلال ہونے پر فتویٰ دیں۔ مگر صوفی کو چاہئے کہ اپنے دل سے فتویٰ طلب کرے۔ صوفی کا دل حرام سے بالطبع نفرت کرتا ہے۔ اگرچہ علماء باعتبار ظاہر اُسکو مباح ہی قرار دیں۔ اسکو امام بخاریؒ نے باب تاریخ میں وابصہ سے بسند حسن روایت کیا ہے۔ اور فرمایا اِتَّقُوا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے جو اُسکے دل میں ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے ابو سعید سے اور طبرانی اور ابن عدی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔ ان اقسام میں سے ایک تاثیر ہے۔ اور اُسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مرید کے باطن میں تاثیر کرے۔ اور اُسکو حق جل جلالہٗ کی طرف جذب کرے۔ دوسری تاثیر عالم کون و فساد میں کہ حق تعالیٰ اُسکی دُعا اور اُسکے ارادے کے موافق ظہور میں لائے۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب حضرت مریمؑ کے پاس تشریف لیجاتے تو اُنکے پاس غیب سے رزق پاتے۔ وہ اسی قبیل سے ہے۔ یہ سب خرق عادات کی اقسام اصحاب اور اولیائے اُمت سے مروی ہیں۔

مسئلہ۔ اولیاء اللہ کا کشف اور الہام علم ظنی کا موجب ہے۔ اگر دو شخصوں کا کشف باہم متفق ہو جائے تو ظن غالب ہو جاتا ہے۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ اور دارمی۔ عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس طلب فرمایا۔ تاکہ اُسکے ساتھ لوگ نماز کے لئے جمع ہو جائیں۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک شخص ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا اے بندہ خدا تو ناقوس فروخت کرتا ہے۔ اُسنے پوچھا کیا کریگا۔ میں نے کہا نماز کے لئے لوگوں کو بلاؤنگا۔ وہ بولا میں اس سے ایک بہتر طریقہ

تمکو سکھاتا ہوں۔ کہو اللہ اکبر۔ غرض اُسنے ساری اذان سکھائی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے خواب کو حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا۔ فرمایا انشاء اللہ یہ خواب حق ہے۔ اُٹھ اے بلال دیکھ مجکو فرمایا) اسکو سکھاؤ۔ میں نے بلال کو سکھا دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فللہ الحمد۔ پس کشف اور الہام پر عمل کرنا جائز ہے۔ اگر قرآن۔ حدیث۔ اجماع اور قیاس صحیح کے مخالف نہ ہو۔[1] حضرت بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ کہ جب صحابہ رضوان نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد غسل دیا۔ تو باہم کہنے لگے پیغمبر علیہ السلام کو برہنہ کرلیں یا آپ کے کپڑوں ہی میں غسل دیں۔ اس بارہ میں اُنہوں نے اختلاف کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر نیند غالب کردی۔ سب کے سب بیٹھے بیٹھے نیند میں چلے گئے۔ خواب میں ایک آواز سنی۔ کہ پیغمبر خدا کو کپڑوں ہی میں غسل دیں۔ پس سب کے سب اُٹھے اور پیراہن مبارک ہی میں آپکو غسل دیا۔ اور آپکو قمیص کے اوپر سے ملتے جاتے تھے۔

مسئلہ۔ اگر کشف اور الہام حدیث آحاد یا ایسے قیاس کے مخالف ہو۔ جو شرائط قیاس کا جامع ہو تو اس صورت میں حدیث اور قیاس کو ترجیح دینی چاہیئے۔ اور کشف پر غلطی کا حکم لگانا چاہیئے۔ یہ مسئلہ سلف و خلف میں مجمع علیہ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول قطعی حجت ہے۔ اور ثقہ روایت میں کذب و نسیان کا احتمال ضعیف ہے۔ اور اولیاء کے کشف میں اکثر خطا واقع ہوتی ہے جب دو کشفوں میں اختلاف واقع ہو۔ تو ان میں سے جس کشف کی مؤید شرع ہو۔ وہ زیادہ قابل قبولیت ہے۔ اور اگر ان دونوں سے شرع ساکت ہے۔ اور دونوں کشف ایک ہی شخص کے ہوں۔ تو آخری کشف اولے اور مقبول ہے کیونکہ صوفی ہمیشہ ترقی میں ہے۔ اسلئے صاحب کشف اپنے آخر زمانہ میں خداوند تعالیٰ کے زیادہ قریب اور انبیاء کا زیادہ مثیل ہے۔ اگر صاحب کشف دو شخص ہوں تو صاحب ہوش کا کشف صاحب سُکر کے کشف سے بہتر ہے۔ کیونکہ صاحب سُکر (بے ہوش) کے کلام میں غلطی کا بہت احتمال ہے۔ اگر دونوں ہوش اور سُکر میں برابر ہوں۔ تو جس کا کشف کبھی بھی شرع کے مخالف نہ ہو۔ اُس شخص کے کشف سے بہتر ہے جس کا کشف کبھی نہ کبھی شرع کے مخالف واقع ہوا ہو۔

اور جس کا کشف کبھی کبھی شرع کے مخالف واقع ہوا ہو۔ اُس کا کشف اُس شخص کے کشف سے بہتر ہے جس کا اکثر شرع کے مخالف واقع ہوتا ہے۔ اگر اس میں دونوں برابر ہوں۔ تو اُس شخص کے کشف کو ترجیح ہے جس کا درجہ خدا سے زیادہ قریب ہو۔ یہ تمام کشف کی قوت کے وجوہ ہیں۔ اور اگر دونوں کشف قوت میں برابر ہوں۔ تو

[1] فتوح الغیب جو سلطان الاولیا حضرت محی الدین جیلانی قدس سرہ کی تصنیف شدہ کتاب ہے میں بھی ایسا ہی لکھا ہے جسکا اب اردو ترجمہ ہو چکا ہے دفتر ان کتاب ہٰذا سے طلب کرنے پر قیمتاً مل سکتی ہے۔ مترجم۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ... (handwritten margin notes)

ترجیح کثرت اصحاب کشف کو ہے۔ اگر ایک کشف دس شخصوں پر منکشف ہو۔ اور دوسرا کشف صرف ایک آدمی پر منکشف ہوا ہو۔ تو دس شخصوں کا کشف اولیٰ اور مقبول ہے۔ اگر اکیلا صاحب کشف ایک زیادہ قوت والا مرد ہو۔ تو زیادہ قوت والے کا کشف جماعت کے کشف سے بہتر ہے۔ الہام کا حکم بھی کشف سا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رح کے بلند مرتبہ کشفوں کو دیکھنا چاہئے۔ جو بر چشمہ ہوشیاری سے ظاہر ہوئے اور کبھی بھی شریعت کے مخالف واقع نہیں ہوئے۔ بلکہ اکثر کی شریعت تائید کرتی ہے۔ بعضے ایسے ہیں۔ جنکے متعلق شریعت ساکت ہی۔ اور اولیاء میں اُنکا مرتبہ ایسا ہی ہے جیسے انبیاء میں اولوالعزم پیغمبروں کا۔ جیسے کہ آگے انشاء اللہ ذکر کیا جائیگا۔ اور یہ سب امور اس شخص پر جو اُنکے کلام کو بنظر انصاف دیکھے مخفی نہیں رہتے۔ اگر کوئی کہے کہ اُنھوں نے کمالات نبوت وغیرہ کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی باقی مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ اور یہ کہ وہ مجدد الف ثانی ہیں۔ تو یوں جواب دینا چاہئے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایک فرد بھی اس امور کا پایا جانا شرع سے ثابت ہے۔ جس کو ہم انشاء اللہ آگے بیان کرینگے۔ پس ان کمالات سے متصف ہونا کشف سے ثابت ہوا ہے۔ اور کشف کی پیروی شریعت کی مخالفت نہیں ہے۔

کثرت خوارق موجب فضیلت نہیں ہوتے

فائدہ۔ یاد رکھو (خدا تمکو سعادت بخشے) کہ خرق عادات ولایت کے لوازم سے نہیں ہے۔ بعض اولیاء اللہ اور مقربان درگاہ الٰہی ایسے بھی ہیں۔ جنسے خرق عادات ظاہر نہیں ہوئے۔ چنانچہ اکثر اصحاب رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خرق عادات مروی نہیں ہوا۔ حالانکہ ادنیٰ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر اولیاء اللہ سے افضل ہیں پس معلوم ہوا کہ بعض اولیاء اللہ کی بعض پر فضیلت کثرت خوارق سے نہیں ہے۔ کیونکہ فضل سے مراد تو بہت سے اور ثواب اور خوارق سے بہرہ مند ہونا ہے۔ اور ثواب کا تعلق صرف عبادت اور قرب الٰہی سے ہے اور اسی لیے محدثین نے اصحاب کی کرامات کو اُنکے مناقب میں بیان نہیں کیا۔ بلکہ کرامات کا باب علیحدہ معجزات کے ذکر کے بعد لائے ہیں۔ اور خرق عادات جوگیوں میں بھی ہوتا ہے۔ یہ مجدد صاحب نے فرمایا ہے۔ اور صاحب عوارف فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بعض کو دیبوں کو خوارق دیتا ہے۔ اور دوسروں کو نہیں دیتا۔ اور وہ صاحب خوارق سے افضل ہوتے ہیں۔ اور خرق عادات ذکر قلب اور اُسکی تجوید سے مرتبہ میں کم ہے شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاری نے فرمایا ہے۔ کہ عارفوں کی فراست طالبوں کی استعداد اور اولیاء کے مقامات دریافت کرنے میں مطلق ہے اور اہل ریاضت کی فراست صور میں اور ان اشیا کے حالات دریافت کرنے میں مخصوص ہے۔ جو اُسکی نظر سے غائب ہیں۔ چونکہ اگر

مخلوق دنیا میں مشغول ہے۔ اور خدا سے بے تعلق ہے تو اُن کے دل غائب اشیاء کے احوال معلوم کرنے کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اور اُسکو بہت عمدہ جانتے ہیں یہ لوگ اہل عرفان و حقیقت کے کشف سے کوئی کام نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل اللہ ہوتے تو غیب کے حالات سے خبردار ہوتے جب اتنی خبر اُنکو نہیں تو دوسری باتیں اُنکو کیا معلوم ہونگی۔ اسی طرح منافق لوگ سید المرسلین ﷺ کے حق میں کہتے تھے۔ ایسے کمینے لوگ ان فاسد خیالات کے باعث دوستان خدا کی برکات سے محروم رہتے ہیں اور نہیں جانتے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں کے بارے میں غیرت رکھتا ہے۔ کہ اُن کو اپنے سوا کسی اَور کی طرف مشغول نہیں ہونے دیتا۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

من ندانم فاعلاتن فاعلات	شعر میگویم بہ از آب حیات
قافیہ اندیشم و دلدار من	گویدم مندیش جز دیدار من

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اپنے پیر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے بعض جگہ لکھا ہے کہ بعض اولیائے جیسے بہت کرامتیں ظاہر ہوئیں وفات کے وقت آرزو کی۔ کاش ایسے اسقدر کرامتیں ظاہر نہ ہوتیں۔ اگر کوئی کہے کہ اگر خوارق عادات ولایت کی شرط نہ ہوں۔ تو کیونکر یہ معلوم کیا جاسکے کہ یہ ولی اللہ ہے حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس بات کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ولی کی ولایت کو معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ولایت خدا سے ایک نسبت ہے کوئی اُس سے مطلع ہو یا نہ ہو۔ اکثر اولیاء اللہ خود اپنی ولایت سے مطلع نہیں ہیں دوسروں کا تو کیا ذکر ہے۔ موت کے بعد اسکا ثمرہ دیکھینگے۔ خوارق کی ضرورت دراصل انبیاء کو ہے۔ جو مخلوق کو دعوت دیتے ہیں ضروری ہے کہ وہ مخلوق پر اپنی نبوّت ظاہر کریں اور ثبوت کو مہیا کریں اولیاء جو دعوت کرتے ہیں تو اپنے پیغمبر کی شریعت کی ہی دعوت دیتے ہیں۔ اُس پیغمبر کا معجزہ اس دعوت کے لئے کافی ہے۔ علما اور فقہا ظاہر شرع کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اولیاء مریدوں کو پہلے ظاہر شریعت کے بجالانے کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر اُن کو ذکر سکھاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اپنے اوقات یاد الٰہی میں صرف کیا کرو۔ تاکہ ذکر الٰہی غالب ہوجائے اور خدا کے سوا کسی دوسرے کا خیال دل میں نہ رہے۔ اور اس دعوت میں کرامت کی ضرورت نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہی کہ مرید رشید جوں جوں اپنے حالات میں تغیر دیکھتا ہے۔ اپنی ہی ذات میں اُسکو پیر کی کرامت لحظہ بلحظہ نظر آتی ہے۔ جو مُردہ دل کو زندہ کرکے مشاہدہ اور مکاشفہ سے سرفراز کردیتا ہے۔ مُردہ کا زندہ کردینا عوام کے نزدیک عمدہ کام ہے اور خواص کے نزدیک روح اور قلب کا زندہ ہونا معتبر ہے پس کرامت مرید کی نظر میں موجود ہے اور عوام کے لئے اسکی ضرورت نہیں ہے۔

ولی کی علامات

فائدہ۔ ولی کی علامت یہ ہے۔ کہ ظاہر شرع شریف کا پوری طرح پابند ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ یعنی متقی لوگ ہی خدا کے دوست ہیں۔ اور اس کا باطن اس قسم کا ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی اسکی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ تو اپنے دل کو خدا کی طرف مائل پاتا ہے۔ امام نووی رح روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اولیاء اللہ کی علامت کیا ہے۔ فرمایا۔ اُن کی زیارت سے خدا یاد آتا ہے۔ ابن ماجہ نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے۔ اور بغوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بیشک میری بندے وہ لوگ ہیں جو میری یاد کرنے سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اور اُنکے یاد کئے جانے سے میں یاد کیا جاتا ہوں لیکن اس بات کے دریافت کرنے کے لئے بھی مناسبت کا ہونا لازمی ہے۔ اور کسی شخص سے منکر ہونا اس دریافت کی مانع ہے سہ ہر کہ را روئے بہ بہبود نبود + دیدن روئے مجبوبہ سود نبود۔

یہ تاثیراتی مراتب ہیں۔ جو ہر ولی میں ہوتے ہیں اگر اُسکے باطن میں ایسی قوی تاثیر ہو۔ کہ مرید کو خدا تعالےٰ کی طرف جذب کرلے۔ اور اُسکو مراتب قرب تک پہنچاوے۔ اسکو مکمل کہتے ہیں۔ جیسے کمال میں بہت سے مراتب ہیں تکمیل میں بھی بہت سے درجے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ اپنے کمال میں تو فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر تکمیل میں ویسی تاثیر نہیں رکھتے۔ اور بعض کمال اسقدر نہیں رکھتے۔ لیکن جس درجہ پر خود پہونچے ہوئے ہیں دوسرے کو بھی پہونچا سکتے ہیں۔ والکل من فضل اللہ تعالیٰ۔

دوسرا مقام

مریدوں کے آداب کا بیان

طلب طریقت واجب ہے

طلب طریقت اور کمالات باطنی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ اے مسلمانو! پرہیز کرو ان چیزوں سے جو خدا کو پسند نہیں پورا پورا پرہیز کرو۔ یعنی کمال تقویٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں کوئی امر عقائد و اخلاق سے خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ اور کمال تقویٰ ولایت کے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ نفس کی بُری خصلتیں مثلاً حسد۔ کینہ۔ تکبر۔ ریاکاری۔ شہرت طلبی۔ خود پسندی۔ احسان جتانا وغیرہ جنکا حرام ہونا قرآن۔ حدیث اور اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ جب تک وہ زائل نہ ہوں۔ کیونکر کمال تقویٰ حاصل ہوسکتا ہے۔ اور یہ متعلق ہے فنائے نفس اور ترک معاصی سے جس سے تقویٰ مراد ہے۔ اور اصلاح جسم سے معبر ہے جس کا ثمرہ اصلاح قلب ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا۔

اور صوفیہ اسکو فنائے قلب کہتے ہیں۔ ولایت کا حصول فنائے نفس سے ہے۔ صوفیوں نے کہا ہے کہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں وہ سارا سات قدم کا ہے یعنی فنائے لطائف خمسہ عالم امر قلب۔ روح۔ سِر۔ خفی۔ اخفیٰ۔ فنائے نفس۔ تصفیہ لطیفہ قلبیہ جس سے مراد اصلاح جسد ہے۔ تقویٰ کثرت نوافل سے تعلق نہیں رکھتا۔ تقویٰ سے مراد واجبات کا ادا کرنا اور ممنوع باتوں سے پرہیز کرنا ہے۔ فرائض اور واجبات کا ادا کرنا اخلاص کے بغیر کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ۔ یعنی خدا کی عبادت کر خالص نیت سے اُسی کو معبود سمجھکر۔ اور ممنوعات سے پرہیز فنائے نفس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ پس کمالات ولایت کا حاصل کرنا فرائض کی قبیل سے ہے۔ لیکن چونکہ ولایت کا حاصل ہونا خدا کی بخشش کی بات ہے۔ اپنے اختیار کی نہیں۔ اور شرع الٰہی باتوں پر مجبور کرتی ہے۔ جو انسانی اختیار میں ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ یعنی جہانتک تم سے ہو سکے۔ ان باتوں سے بچو جو خدا تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ پس اس بات کا حکم کیا جاتا ہے کہ اپنی طرف سے کوشش کرنا اور ہاتھ پاؤں ہلانا واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح ولایت کے بے انتہا مراتب ہیں جیسے کہ حضرت شیرازی رح فرماتے ہیں ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں ٭ بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

اسی طرح تقویٰ کے بھی بے انتہا مراتب ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اَعْلَمَکُمْ وَاَتْقَاکُمْ لَاَنَا۔ یعنی تم سب سے زیادہ عالم اور خدا سے ڈرنے والا میں ہوں۔ اور جب تقویٰ کی کوئی حد نہیں تو مقامات قرب میں ترقی کرنے اور تقویٰ حاصل کرنے میں کوشش کرنا ہمیشہ واجب ہے۔ اور علم باطنی میں اضافہ چاہنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ یعنی کہہ اے محمدؐ کہ اے پروردگار میرا علم زیادہ کر۔ اور مراتب قرب سے قناعت جس طرح ناقص پر حرام ہے۔ کامل پر بھی حرام ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباعی

در راہ خدا جملہ ادب باید بود ٭ تا جان باقی ست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند ٭ کم باید کرد و خشک لب باید بود

یعنی خدا کی راہ میں سراپا ادب بن جانا چاہئے۔ جب تک جان باقی ہے خدا کی تلاش کرتے رہنا چاہئے اگر غرض اور مقصد کا دریا بھی منہ میں ڈال دیا جائے۔ تو اسکو کافی نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ اسکو کم اور اپنا لب خشک سمجھنا چاہئے۔ مولانا روم رح فرماتے ہیں ؎ اے برادر بے نہایت درگہیست ٭ ہرچہ بروے میرسی بروے مایست۔ یعنی اے بھائی خدا کی درگاہ بعید و بے انتہا ہے جس درجہ پر تو پہونچے اُسی پر ٹھہر نہ

کی نیت نہ کر۔ بلکہ اُس سے آگے ترقی کرنے کی کوشش کر۔ حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں ؎

ہر جا کہ ترشح تو بینیم ✦ دار العطشیم و تشنہ کامیم

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ یعنی میں ہمیشہ سفر میں رہونگا۔ یہاں تک کہ ایسی جگہ پہنچوں۔ جہاں شور و شیریں دریا ملتے ہوں۔ کیونکہ انکو خدا کی طرف سے معلوم ہوچکا تھا۔ وہاں اُنکی خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو کہا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۔ یعنے کہا میں تیرے ساتھ چلوں اسلئے کہ جو کچھ تجکو علم سکھا لیا گیا ہے تو مجکو سکھا دے۔

پیر تلاش کرنیکا طریقہ

مسئلہ۔ جب کمالات باطنی کا طلب کرنا واجبات سے ہے تو پھر ایسے پیر کا تلاش کرنا ضروری ہے۔ جو کامل بھی ہو اور کامل بنا دینے والا بھی ہو۔ کیونکہ ایسے پیر کے سلسلے کے بغیر خدا تک رسائی ہونا نہایت قلیل اور بہت نادر ہے مولانا روم رح فرماتے ہیں ؎ نفس را نکشد بغیر از ظل پیر ✦ دامن آں نفس کش محکم بگیر۔ پیر کامل مکمل کے تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اکثر درویشوں سے ملاقات کرتا رہے۔ اور کسی کے پاس اُنکا انکار اور عیب جوئی نہ کرے۔ لیکن خوب بہت سے تجسس اور تامل بغیر بیعت نہ کرے۔ پہلے شرعی استقامت دیکھے جس کو شرع کا پابند نہ دیکھے۔ ہرگز اُسکی بیعت نہ کرے۔ اگرچہ اُسکے روبرو خرق عادات بھی ظاہر ہوں کیونکہ اس جگہ فیض کی بجائے نقصان کا احتمال قوی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا یعنی اُن میں سے کسی بد اعمال یا کافر کی پیروی نہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے گنہگار کی اطاعت سے منع فرمایا ہے۔ پھر کافر کی اطاعت سے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں سے بعید ہے۔ اور اُسکے اعمال کا باطل ہونا ظاہر ہے۔ اُسکی صحبت مسلمان کے لئے ایسی مضر نہیں ہوگی جیسے بداعمال مسلمان کی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا یعنی اُس شخص کی فرمانبرداری نہ کر جس کے دلکو ہمنے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے یعنکا معاملہ اندازہ شرع سے باہر ہے وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ میں عطف تفسیری ہے۔ متابعت ہوا (خواہش کی پیروی)۔ غفلت قلب اور فساد جسد کی دلیل ہے یعنی گناہوں کا ارتکاب دل کے بگاڑ کی دلیل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اذا فسدت فسدت الجسد کلہ یعنی جب دل بگڑا تو سارا جسم بگڑا۔ پس جو شخص مستقیم الاحوال متقی ہو۔ اور خاص اپنے لئے ولایت کا دعویٰ کرے نہ یہ کہ اپنے باپ دادا کے کمالات پر مرید بناتا ہو۔ جیسے کہ پیرزادوں کی رسم ہے۔ تو اُسکا دعویٰ صحیح ہے۔ لیکن اسکے دعوی پر دلیل اور برہان

ہونی چاہیئے اس لئے خرق عادات کا ظہور جو اتباع شرع سے مقرون ہو۔ ولایت کی دلیل ہو سکتا ہے۔ لیکن سب معجزوں اور دلیلوں سے قوی دلیل وہی ہے جو حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ کہ اسکی صحبت سے اور اسکے دیدار سے خدا یاد آجائے۔ اور دل غیر خدا سے پھر جائے۔ لیکن عوام الناس میں اور اغیار کے لئے پہلی ہی صحبت میں تاثیر صحبت محسوس کرنا ذرا مشکل ہے۔ پس چاہیئے کہ اس بزرگ کے مریدوں میں سے کسی جس کو وہ عالم۔ عادل اور عاقل سمجھے شیخ کی تاثیر کا احوال دریافت کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی اہل علم سے سوال کرو اگر تمکو علم نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما شفاء العی السوال یعنی جاہل کی جہالت کی مرض کا علاج علما سے سوال کرنے کے سوا نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اسکی تاثیر صحبت کی شہادت دے اور وہ منصف اور عادل بھی ہو اور جاہ و مال یا کسی اور چیز کے حاصل کرنے کی غرض نہ رکھتا ہو اور اسکی نسبت جھوٹ بولنے کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور وہ عاقل بھی ہو۔ اور غلط فہمی یا بیوقوفی کا اتہام اسپر نہ لگ چکا ہو۔ تو اسکی تصدیق کرنی چاہیئے۔ اور اگر کئی اشخاص ایسی شہادت دیں۔ تو اور بھی غلبہ حاصل ہوگا۔ اور اگر کثرت روایات تواتر کی حد کو پہنچ جائے تو یقین کی حد کو پہنچ جائیگا۔ لیکن ایک مرد متقی مستقیم الاحوال کی خدمت میں رجوع کرنے کے لئے غلبہ ظن کافی ہے۔ کیونکہ مرد متقی کی صحبت میں ضرر کا احتمال نہیں ہے۔ اور نفع اگرچہ یقینی نہیں ہے مگر احتمالی ضرور ہے۔ اسکی نفع طلب کرے اگر وہاں مطلب میسر ہو۔ تو سبحان اللہ ورنہ دوسری جگہ تلاش کرے۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص شیخ کی خدمت میں مدت تک حسن اعتقاد سے رہا۔ اور اسکی صحبت سے تاثیر نہیں پائی۔ تو اسپر واجب ہے کہ اسکو چھوڑ کر دوسرے شیخ کی تلاش کرے۔ ورنہ اسکا مقصود و معبود وہ شیخ ہوگا نہ کہ خداوند تعالیٰ۔ اور یہ شرک ہو۔ حضرت عزیزان رامیتنی پیر طریقہ نقشبندیہ فرماتے ہیں رباعی

با ہر کہ نشستی ونشد جمع دلت ۔۔۔ وز تو نرمید صحبت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش ۔۔۔ ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

لیکن اس شیخ سے حسن ظن رکھے۔ کیونکہ احتمال ہو کہ وہ شیخ کامل و مکمل ہو مگر اس سے نصیب بہرہ ہونا اسکے مقسوم میں نہ ہو۔ اور اسی طرح اگر شیخ کامل مکمل ہو۔ اور اس جہان سے رحلت کرجائے۔ اور مرید درجہ کمال کو نہ پہنچا ہو۔ تو واجب ہے کہ وہ مرید دوسرے شیخ کی صحبت تلاش کرے۔ کیونکہ خدا مقصود ہے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو بیعت کی۔ تو اس بیعت سے مقصود صرف امور دنیا نہ تھے۔ بلکہ کسب کمالات باطنی

بھی مقصود تھا۔ اگر کوئی کہے کہ اولیاء کرام کا فیض بھی اُن کی موت کے بعد باقی رہتا ہے۔ اسلیئے دوسرے شیخ کی تلاش عبث ہی۔ تو کہنا چاہیئے کہ اولیاء کرام کا فیض اُن کے انتقال کے بعد اسقدر نہیں ہے کہ ناقص کو بدرجہ کمال پہنچادیں مگر شاذ و نادر اگر فیض بعد از موت اسی قسم کا ہو۔ جیسے زندگی میں ہوتا ہے۔ تو تمام اہل مدینہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک اصحاب کرام کے برابر ہوں[1]۔ اور نیز کوئی شخص اولیاء کی صحبت کا محتاج نہ ہو[2]۔ فوت شدہ کا فیض زندہ کے برابر ہو ہی کیونکہ سکتا ہے۔ جبکہ فیض رساں اور فیض یاب میں نسبت شرط ہے۔ اور وہ وفات کے بعد مفقود ہے۔ ہاں فنا و بقا کے بعد جب مناسبت باطنی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو قبور سے فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ بھی نہ اسقدر جو حیات میں ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص کی ولایت ثابت ہو جائے اور مرید اُسکی صحبت کی تاثیر اپنے آپ میں دیکھے تو اُسپر واجب ہی۔ کہ اُسکی صحبت کو غنیمت سمجھے۔ اور اُسکا دامن نہ چھوڑے۔ اور اس کے عشق و محبت کو اپنے دل میں خوب جمالے۔ اور جناب الٰہی میں اُسکی محبت دل میں محکم ہو جانے کی دُعا کرے۔ اور اُسکے حکم پر چلنے اور اُسکے مناہی سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے۔ اور ہمیشہ اُسکی خوشنودی چاہتا رہے۔ اور ہمیشہ احتیاط رکھے کہ کوئی بات ایسی سرزد نہ ہونے پائے جو اُسکی ناخوشی کا باعث ہو۔ کیونکہ اُسکی رضا رضائے حق تعالیٰ کا موجب اور ترقیات کا باعث ہی اور اسکی ناخوشی فیض و فتوحات کا دروازہ بند ہو جانے کا موجب ہی۔

مسئلہ۔ آداب شیخ میں کوتاہی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ مانع ترقیات ہی۔ اللہ تعالے فرماتا ہے:۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥ یعنی اے مسلمانو! اپنی آواز نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اور اُن سے بات کرتے وقت اس طرح نہ چلاؤ۔ جس طرح تم آپس میں چلاّ کر باتیں کرتے ہو اور ڈرو اس بات سے کہ اُس بے ادبی کے باعث مبادا تمہارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں اور تمکو خبر تک نہ ہو۔ اور جب شیخ پیغمبر صلعم کا نائب ہے۔ تو وہی آداب اُسکے حضور میں ملحوظ رکھی اور جیسے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اسلئے فرض ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کی طرف پہنچاتے ہیں اور

---

[1] کیونکہ اصحاب کی تعریف یہ ہی۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت سے فیض اُٹھایا تو جب آنحضرت ص کا فیض بعد وفات بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ دنیاوی حیات میں تھا تو لازم آتا ہی کہ آج کے اہل مدینہ اصحاب یا اصحاب کے برابر ہوں۔ کیونکہ ویسے ہی اُنکو رسول اللہ صلعم کا فیض پہنچتا ہے۔ جیسے اصحاب کو پہنچتا تھا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ مترجم

[2] کیونکہ جب پیغمبر صلعم کی دولت پاک سے برابر فیض پہونچسکتا ہے تو اولیاء کی کیا حاجت ہی۔ مترجم

اُنکی محبت خداوند تعالیٰ کی محبت کا موجب ہے۔ اور حضورؐ کی معیت خداوند تعالیٰ کی معیت کا موجب ہے۔ اسی طرح پیر کی محبت فرض ہے۔ کیونکہ وہ پیغمبر صلعم کی نیابت سے خدا تعالیٰ اور اُسکی محبت کی طرف پہنچاتا ہے۔

مسئلہ۔ بعض صوفی کہتے ہیں کہ مرید کو ضرور ہے کہ اپنے پیر کو دوسرے مشائخ سے افضل سمجھے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ صاف طور پر باطل ہے۔ وَفَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ یعنی ہر ذی علم پر بڑا عالم موجود ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ افضلیت دو قسم کی ہے۔ ایک اختیاری ہے" اور اس صورت میں افضل سمجھنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے پیر کو اپنے حق میں دوسروں کی نسبت زیادہ نفع رساں سمجھے۔ اور یہ صحیح ہے۔ دوسری بے اختیاری۔ اور وہ سکر اور کثرت محبت کے ثمرات سے ہے۔ پس جب محبت کامل ہو گئی محب کی نظر میں غیر محبوب کے فضائل اپنے محبوب کے فضائل کی نسبت ہیچ نظر آنے لگتے ہیں۔ اور اس میں وہ عشق کی مستی کے باعث معذور ہے۔ اور ان دو تاویلوں کے سوا اس بات کے کوئی اور معنے نہیں ہیں۔

مسئلہ۔ مرید کو شیخ پر اعتراض کرنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ یہ فیض پہنچنے کے منافی ہے۔ اُسکی دلیل حضرت موسےٰ ؑ اور حضرت خضر علیہم السلام کا قصہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰ ؑ نے جب حضرت خضر ؑ سے فیض کی التجا کی تو حضرت خضر ؑ نے اُن سے اس بات کا عہد لیلیا۔ کہ میں جو کام کروں اسپر تمکو اعتراض نہ کرنا ہوگا۔ چنانچہ اُن کا قول یہ ہے حیث قَالَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا كَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰى مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا حَتّٰٓى اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا۔ یعنی پہلے خضر ؑ نے کہا کہ تجھ سے صبر نہ ہو سکیگا۔ اور تو اس بات پر کیونکر صبر کرے جس کی حکمت سے تجھ کو اطلاع نہیں ہے۔ اُسکے جواب میں موسیٰ ؑ نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائینگے۔ تو خضر ؑ نے کہا مجھ سے میرے کسی کام کی نسبت سوال نہ کرنا تاوقتیکہ میں خود تم سے اسکا حال بیان نہ کروں۔ آخر موسیٰ ؑ کے اعتراض کے باعث جدائی ہو گئی۔ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَ۔ یعنی خضر ؑ نے کہا تو یہ مجھ میں اور تجھ میں جدائی ہے۔ موسیٰ ؑ نے خضر ؑ پر جو اعتراض کئے تھے۔ تو ظاہری شرع کی رو سے کئے تھے۔ اُن کو ان امور کی حکمت کا علم نہ تھا۔ اسلئے حضرت خضر نے کہا۔ یہ تو مجھ میں اور تجھ میں جُدائی ہے۔

فائدہ۔ یہ ذکر ایسے شیخ کے متعلق ہے۔ جو صاحب استقامت اور تقویٰ ہو۔ اگر اُس سے عمر بھر میں کوئی ایسی بات ظاہر ہو۔ جو خلاف شرع ہو۔ تو اس صورت میں شیخ پر اعتراض نہ کرے بلکہ

تاویل کرے۔ اگر ہو سکے تو عذر پر محمول کرے۔ اگر کوئی ناجائز قول اُسکے مُنہ سے نکل گیا ہو۔ تو اسکو سُکر[لہ] یا مجاز یا اپنے معنے نہ سمجھنے پر محمول کرے اور اگر بلا شبہ کسی گناہ ہی ارتکاب ہو۔ تو بھی اُس ولی کا انکار نہ کرے۔ گو خود اُس عمل کو ناپسند کرے۔ کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے القطب قد یزنی یعنی قطب بھی کبھی زنا کر بیٹھتا ہے۔ ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے جنسے بزور تقدیر زنا کا ارتکاب ہو گیا۔ اُن کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق بخشی۔ کہ اپنے آپکو سنگسار کرنے کے لئے پیش کر دیا۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے جس کا شعار ہی فسق ہے۔ وہ یقیناً ولی نہیں ہے۔ اسلئے اُسکے قول و فعل کی تاویل ضروری نہیں۔

اعتدال سے زیادہ تعظیم مذموم ہے

مسئلہ۔ جس طرح شیخ کے آداب میں کمی اور تقصیر حرام ہے اسی طرح اُس میں حد سے بڑھکر زیادتی کرنا بھی بہت بُرا ہے جس سے جناب الٰہی کی آداب میں کمی لازم آتی ہے۔ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں اسقدر افراط کیا ہے۔ کہ اُنکو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کے آداب میں کمی لازم آئی۔ اور رافضی لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی تعظیم میں افراط اختیار کی ہے۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے اُن میں حلول کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وحی اُنکی طرف آئی تھی۔ اور بعض اُنکو اصحاب ثلاثہ سے بہتر کہتے ہیں جس سے خداوند تعالےٰ یا رسول خدا صلعم یا اصحاب ثلاثہ کے آداب میں کمی لازم آئی۔

اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوتا

مسئلہ۔ اولیا کو علم غیب نہیں ہوتا۔ ہاں بعض غائب چیزوں کے متعلق خرق عادات کے طور پر کشف سے یا الہام سے اُن کو علم دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ اولیاء کرام کو غیب کا علم ہے کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ یعنی کہدو اے محمد صلعم کہ میں تجھکو یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں جس کو چاہوں دوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں"۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ یعنی انبیاء اور ملائکہ خدا کے علم کے کسی حصے کا احاطہ نہیں رکھتے۔ مگر اُس کا جس کا خدا چاہی اور اسکا اُنکو علم بخشے۔ اور دوسری آیات اس مدعا کی شاہد ہیں۔

غیر اللہ سے مراد کا طلب کرنا کفر ہے

مسئلہ۔ اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول صلعم اس بات پر گواہ ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام معدوم کو پیدا کرنے یا موجود کو نابود کرنے پر قادر

[لہ] مثلاً شیخ کہے کہ ہم مُردوں کو زندہ کرتے ہیں تو اس سے حقیقی معنے مُراد نہ لینے چاہئیں۔ کیونکہ اگر حقیقی معنے لئے جائیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ ایک ایسی صفت کا دعویٰ کرتا ہے۔ جو خداوند تعالےٰ سے خاص ہے۔ بلکہ مجازی معنے یہاں سمجھنے چاہئیں اور وہ یہ کہ جن میں ایمان کا روح نہیں ہے۔ اُن کو مجاہدہ اور ریاضت سے زندہ کر دیتے ہیں۔ یعنی اُنمیں کمال ایمان اور حق الیقین کا روح ڈال دیتے ہیں۔ مترجم

نہیں ہیں۔ اسلیئے پیدا کرنے نابود کرنے۔ رزق پہنچانے۔ اولاد دینے۔ بلا دور کرنے۔ مرض سے شفا بخشنے وغیرہ کی نسبت اُن سے مدد طلب کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ یعنی کہدے اے محمد کہ میں اپنے آپ تک کے لئے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ مگر جو خدا چاہے۔

غیر اللہ سے امداد چاہنا جائز نہیں

مسئلہ۔ خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں اور نہ خدا کے سوا کسی سے امداد چاہنا جائز ہے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کو تعلیم دیتا ہے۔ کہ وہ یوں کہا کریں۔ کہ یا الٰہی ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی ہی سے مدد چاہتے ہیں لفظ ایاک حصر کے لئے ہے۔ پس اولیاء کرام کی نذر ماننا جائز نہیں۔ کیونکہ نذر عبادت ہے۔ اور اگر کوئی ایسی نذر مانے۔ تو چاہیئے کہ اُسکو پورا نہ کرے۔ کیونکہ مقدور بھر گناہ سے بچنا واجب ہے۔ اور قبروں کے گرد گھومنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ بیت اللہ کا طواف نماز کا حکم رکھتا ہے

غیر اللہ سے دُعا مانگنا جائز نہیں

مسئلہ۔ فوت شدہ یا زندہ اولیاء و انبیاء سے دُعا مانگنا جائز نہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے الدعا هو العبادة یعنی خدا تعالیٰ سے دُعا مانگنا عبادت ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھ سے دُعا مانگو میں تمہاری دُعا قبول کرتا ہوں۔ بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ہے کہ وہ بحالت ذلت دوزخ میں پڑینگے۔

شیئاً للہ کا وظیفہ کفر ہے

مسئلہ۔ وہ جو بعض جاہل لوگ کہتے ہیں۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا یوں کہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نہیں ہے۔ بلکہ شرک و کفر ہے۔ اور اگر یوں کہیں یا الٰہی بحرمت خواجہ شمس الدین پانی پتی حاجت من روا کن تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ یعنی جن سے تم دعا مانگتے ہو سوا خدا تعالیٰ کے وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں انکو کیا قدرت ہے کہ کسی کی حاجت براری کریں اگر کوئی کہے کہ یہ کفار کے حق میں ہے۔ جو بتوں کو یاد کرتے تھے۔ تو جواب یہ ہے کہ دُوْنِ اللّٰهِ کا لفظ عام ہے اور لفظ معتبر ہے نہ خصوص محل اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ذِكْرُ الْاَنْبِيَآءِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَذِكْرُ الصَّالِحِيْنَ كَفَّارَةٌ وَذِكْرُ الْمَوْتِ صَدَقَةٌ وَذِكْرُ الْقَبْرِ تُقَرِّبُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ یعنی انبیاء کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ اور صالحین یعنی ولیوں کا ذکر کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور موت کو یاد کرنا

صدقہ ہے اور قبر کو یاد کرنا بہشت کے قریب کرتا ہے۔ اسکو صاحب مسند الفردوس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا ہے وَذِکرُ عَلِیٍّ عِبَادَةٌ یعنی ذکر علی مرتضیٰ کا عبادت ہے۔ اسکو صاحب مسند الفردوس نے حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بسند ضعیف روایت کیا ہے۔ مراد اس ذکر سے ذکر کرنا انکے بلند رتبہ کا اور ذکر انکے احوال اور اخلاق اور سیرت کا ہے۔ تاکہ لوگ اُن کی محبت دل میں قائم کریں جو خدا کی محبت کا ثمرہ ہے اور انکے احوال اور اخلاق وسیرت کی پیروی کریں اور انکی عادات کی مخالفت سے پرہیز کریں مگر یہ کہ محمد صلعم کا ذکر خدا تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اذان اور اقامت اور تشہد وغیرہ میں عبادت ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ یعنی اے محمد ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا کلمہ اذان۔ تشہد میں تیرا نام ہمارے نام کے ساتھ آتا ہے۔ نہ اسکے سوا کسی احد کا ذکر۔ پس اگر کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور اُسکے ساتھ یہ الفاظ شامل کرے کہ علی ولی اللہ یا ابو بکر ولی اللہ تو اُسکو تعزیز لگائی جائیگی۔ اور محمد صلعم کا ذکر بھی اسی طریقہ پر جو شرع میں وارد نہیں ہوا۔ جائز نہیں چنانچہ کوئی بطور وظیفہ یا محمد یا محمد یا محمد پڑھتا رہے تو یہ ناجائز ہے۔

ولایت کو نبوت سے افضل جاننا باطل ہے

مسئلہ۔ کوئی ولی ابنیاء کے ادنیٰ درجہ کو بھی نہیں پہونچسکتا۔ اسی مسئلہ پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اس بات کا قائل ہونا۔ کہ ولائت نبوت سی افضل ہے باطل ہے۔ اور اُسکی یہ تاویل بھی کرہتی کی ولائت نبوت سے افضل ہے کشفاً باطل ہے۔

مسئلہ۔ کوئی ولی نبی کے رتبہ کو نہیں پہونچسکتا۔ اور شرعی پابندیاں اس سے ساقط نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ پابندیوں اور تکالیف کا اُسکو بکثرت ہونا بلندئ درجہ کی دلیل ہے۔ تبلیغ احکام ابنیاء پر واجب ہے نبی صلعم پر ایک روایت کی رو سے تہجد کی نماز واجب تھی۔ اور ایک روایت سے چاشت کی نماز اور فجر کی سنتیں بھی واجب تھیں۔

اولیاء کو معصوم جاننا کفر ہے

مسئلہ۔ عصمت یعنی تقصیر سے پاک ہونا ابنیاء کا خاصہ ہے۔ اولیا کی نسبت ایسا کہنا کفر ہے۔ اصطلاح میں عصمت سے مراد یہ ہی کہ کسی شخص سے صغیرہ وکبیرہ گناہ عمداً یا بھول سے سرزد ہونا۔ اور فتور عقل۔ سوتے یا جاگتے۔ غفلت یا ہزیان وسکر ممکن نہ ہو۔ اور یہ ابنیاء میں ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اُس میں شمہ کی کچھ گنجایش نہیں۔ ابنیاء کے سوا کسی اور سے اس صفت کا منسوب کرنا خلاف اجماع ہے۔

صحابہ اولیاء اُمت سے افضل ہیں

مسئلہ۔ صحابہ کرام اولیاء اُمت سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں فرمایا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ رسول خدا صلعم

نے فرمایا ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم یعنی سب سے اچھا زمانہ میرا ہے۔ پھر جو اُس سے متصل ہے۔ اور اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ کہ الصحابۃ کلھم عدول یعنی تمام صحابہ رضہ عادل ہیں۔ عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ جو تابعین میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں العبار الذی دخل الف فرس معاویۃ خیر من اویس القرنی وعمر المروانی یعنی وہ غبار جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی نتھنوں میں داخل ہوا تھا۔ وہ اویس قرنی اور عمر مروانی سے اچھا ہے۔

مسئلہ۔ اولیا کی قبریں بلند کرنا اور اُنپر گنبد تعمیر کرنا اور عرس وغیرہ رسوم اور چراغان کرنا سب بدعت ہیں۔ بعض اُمور انمیں سے حرام ہیں اور بعض مکروہ۔ رسول اللہ صلعم نے قبر کے پاس شمع جلانیوالوں اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور فرمایا کہ میری قبر کو عید اور مسجد نہ بنانا۔ مسجد میں سجدہ کیا جاتا ہے۔ اور عید کا دن سال بھر میں ایک دن کے مجمع کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا تاکہ اونچی قبروں کو برابر کردیں۔ اور جہاں کوئی تصویر بنی ہوئی ہو۔ اسکو مٹا دیں۔

مسئلہ۔ زیارت قبور کے وقت سُنت یہ ہے۔ کہ کہے السلام علیکم یا اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون نسال اللہ لنا ولکم العافیۃ یعنی السلام علیکم اے قبروں کے رہنے والو مومنو اور مسلمانو۔ اور انشاء اللہ ہم بھی تمہارے پاس آ پہونچنے والے ہیں ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت چاہتے ہیں۔

مسئلہ۔ پیغمبر خدا صلعم اور اولیاء کرام کے مقابر کی زیارت کرنے میں طہارت کاملہ مستحب ہے۔ اور متواتر درود شریف پیغمبر خدا صلعم اور اسکے اتباع پر بھیجنا چاہئے۔ اور نماز یا روزہ یا کوئی اور صالح عمل جب اس سے پیشتر خالص نیت سے کیا ہو۔ اسکا ثواب بخشے۔ اور اپنا دل حاضر رکھے۔ اور بخشوع وخضوع ہو اور جناب الٰہی سے انکی محبت اور اُنکے طریقہ کی اتباع کی التجا کرے۔ اگر صاحب نسبت ہو۔ تو اپنا دل دوسرے خیالات سے فارغ کرکے صاحب قبر سے فیض حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کرے۔ اور قبروں کے پاس قرآن شریف پڑھنے میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح یہ ہے۔ کہ جائز ہے۔

مقام سوم

کاملوں اور مرشدوں کے آداب کا بیان

فصل اول۔ کاملوں کو بھی طلب مزید لازم ہے۔

خداوند تعالیٰ کا قرب طلب کرنے میں قناعت کسی صورت میں نہیں چاہئے۔ بلکہ جناب الٰہی

سے التجا کرے جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یعنی اے میرے پروردگار میرا علم بڑھا دے - مجاہدہ میں سستی اور کوتاہی نہ کرے - جبتک جان باقی ہے - مجاہدہ بھی باقی ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یعنی اے محمدؐ اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو یہانتک کہ موت آجائے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اسقدر قیام کرتے - کہ آپکے پاؤں میں ورم آجاتا - لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم خدا نے آپکی اگلی پچھلی سب تقصیریں معاف کردیں یہاں تقصیر سے مراد اولیٰ ہے - آپؐ نے فرمایا افلا اکون عبداً شکوراً کیا میں پورا شکر گذار بندہ نہ ہوں -

مسئلہ - اگر کوئی کامل کسی دوسرے کو اپنے سے زیادہ کامل دیکھے - تو چاہئے کہ اس سے فیض حاصل کرے - بلکہ اگر اپنے سے کم درجہ والے کسی شخص میں بھی کوئی خصوصیت یا خوبی دیکھے - تو چاہیئے - کہ وہ بھی طلب کرے جیسے کہ موسیٰ نے خضرؑ سے طلب کی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ درود سکھایا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید یعنی اے اللہ ! حضرت محمدؐ کی آل پر رحمت بھیج جس طرح تونے حضرت ابراہیمؑ پر اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر رحمت بھیجی بیشک تو ہی حمید و مجید ہے - حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ محمد صلعم کی تعین کا مبدء خالص محبوبیت ہی - اور ابراہیمؑ کی تعین کا مبداء خلت ہی جو تعین محمدی کے پایہ کا ایک زینہ ہے - ولایت محمدی والے کو ولایت ابراہیمی ضروری ہے جو اسکے درجہ کا زینہ ہے لیکن چونکہ خالص محبوبیت مقتضی ہے - کہ محبوب پایہ کے زینہ پر توقف نہ کرے - اور مقام خلت میں بھی بڑی فضیلت ہی - گو کہ محبوبیت خالص کے پایہ کا ایک زینہ ہے رب العالمین نے چاہا کہ مقام خلت کی بزرگی بھی بعض پیروان محمدؐ کو حاصل ہو جائے - تاکہ وہ منصب عالی بھی اس سرور محبوبان کے زیر نگین ہو جائے - فان العبد وما فی یدہ ملاک لمولاہ یعنی غلام خود اور اسکے ہاتھ کا سارا مال اسکے مالک کی ملک ہی - اللہ تعالےٰ نے ہزار سال کے بعد یہ دعا قبول فرمائی - حضرت مجددؓ کو جو آنحضرتؐ سے ایک منتج ہیں آپکے اتباع کی بدولت اس درجہ سے سرفراز فرمایا - تاہم لوگ آنحضرتؐ صلعم کی اس بات پر اعتراض کرتے ہیں **بیت** - گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ -

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے - کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا یعنی کلمۂ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے - جہاں وہ اسکو پائے وہ اسکو حاصل کرنے کا زیادہ حقدار ہے -

مسئلہ۔ اولیاء کامل جو ارشاد اور تکمیل کی قدرت رکھتے ہوں انکو چاہیے کہ لوگوں کو اپنے فیض کی طرف توجہ دلائیں تاکہ لوگ اُن سے فیض حاصل کریں اور لوگوں کے طعن اور انکار کی پرواہ نہ کریں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ یعنی میری اُمت میں سے ہمیشہ ایک جماعت خدا کے کام لینے لوگوں کی ہدایت اور ترویج دین پر کمربستہ رہیگی۔ اور اُن کی مدد نہ کرنے والا اُن کو نقصان نہیں پہنچا ئیگا۔ اور نہ وہ شخص جو اُن کی مخالفت کریگا لوگوں کو حق کی طرف بُلانا انبیا کی سُنّت ہے۔ اور اولیاء کرام انبیا علیہم السلام کی نیابت سے یہ کام کرتے ہیں اسلیئے اس اعلےٰ منصب کو بیوقوف لوگوں کے انکار پر ترک نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ۔ یعنی اگر تجھے جھٹلاتے ہیں تو کچھ غم نہ کر تجھ سے پہلے بھی لوگوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے۔ حالانکہ اُنہوں نے معجزے۔ صحیفے اور روشنی بخشنے والی کتاب وغیرہ نبوت کی شہادتیں پیش کیں۔ حدیث فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاكُمْ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِكَتَہٗ وَاَھْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَۃَ فِیْ جُحْرِھَا وَحَتَّی الْحُوْتَ فِی الْمَآءِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیِّ یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ آدمی پر۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتے اور اہل آسمان اور اہل زمین یہانتک چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی پانی میں لوگوں کو نیکی کا سبق دینے والے پر درود بھیجتے ہیں۔

مسئلہ۔ جو شخص ولایت اور ارشاد کا جھوٹا دعویٰ طلب جاہ و مال کیلئے کرے۔ وہ مسیلمہ کذاب کی طرح شیطان کا خلیفہ ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اور کون ہے زیادہ ظالم اُس شخص سے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھا یا کہا۔ کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ حالانکہ اُسپر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ اور وہ شخص جس نے کہا میں بھی ویسا ہی کلام نازل کرونگا جیسا کہ خدا نے نازل کیا ہے؛ کہ وہ شیطان کی طرح لوگوں کو راہ خدا سے روکتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

مسئلہ۔ اولیاء کو جائز ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو جو اُنپر ہوا ہو اور اس درجہ و مرتبہ قرب الٰہی کو جو اللہ تعالیٰ نے اُنکو اپنے فضل سے عطا کیا ہو اُسکا اظہار کریں چنانچہ غوث الثقلین کے قصائد اور حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور شیخ اکبر کی تصنیفات اِن سے پُر ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی اپنے پروردگار کی نعمت کا ذکر کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الحدیث بالنعمۃ شکر یعنی خدا کی دی ہوئی نعمت کا ذکر کرنا بھی شکر ہے۔ اور اُس کا ترک کرنا کفران نعمت ہے۔ ابن جریر تفسیر میں ابی بسرہ غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان یعنی صحابہ کرام رضؓ جانتے تھے کہ شکر نعمت یہ ہے کہ اس نعمت کا اظہار کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ یعنی اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہاری نعمت بڑھاؤں گا۔ اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب سخت ہے۔ اللہ تعالے نے کفران نعمت پر عذاب شدید کی دھمکی دی ہے۔ دیلمی نے فردوس میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے۔ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھکر فرمایا الحمد للہ الذی صیّرنی لیس فوقی احد۔ یعنی تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھکو یہ رتبہ بخشا ہے کہ کوئی مجھ سے اوپر نہیں ہے۔ پھر جب منبر سے اُترے تو لوگوں نے اس کلام کی وجہ پوچھی۔ فرمایا میں نے یہ کلام صرف شکر نعمت کے طور پر کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے تمیم سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے حسن ابن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور مصافحہ کیا۔ پھر ان سے میں نے ”واما بنعمۃ ربک فحدث“ کی تفسیر پوچھی۔ فرمایا اگر کوئی مرد مسلمان کوئی نیک کام کرے تو اپنے گھر والوں سے اِسکا ذکر کرے۔ اس بارہ میں احادیث اور صحابہ اور سلف صالحین کے اقوال بہت مروی ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ اللہ تعالی نے اپنے نفس کی پاکیزگی پر فخر کرنے پر منع فرمایا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ یعنی اپنے نفسوں کی پاکیزگی کو بیان نہ کیا کرو۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ تزکیہ نفس اور اظہار نعمت بظاہر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت ان میں بڑا فرق ہے اگر کمالات کو اپنے نفس سے منسوب کرے اور اُنکو خالق لایزال سے منسوب کرنا فراموش کر دے۔ تو وہ تزکیہ نفس اور تکبر ہے۔ جو مذموم ہے۔ اور اگر اسکو خدا تعالے سے منسوب کرے اور اپنے آپکو فی نفسہ منشاء شر سمجھے اور ان خوبیوں کے ساتھ اپنا متصف ہونا خالص خدا کی قدرت اور مرضی پر موقوف سمجھکر خدا کا شکر بجالائے تو اُسکو اظہار نعمت کہتے ہیں۔ یہ معنی ہر چند کہ عوام کی نظروں میں ملتا جلتا ہی لیکن خدا تعالی کی نظر میں ملتا جلتا نہیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ یعنی اللہ تعالی مفسد کو مصلح سے علیحدہ جانتا ہے۔ اولیاء اللہ جو نفس کے بُرے خصائل سے پاک ہوتے ہیں۔ اُن سے اظہار نعمت ہی کی توقع ہوسکتی ہے۔ اسلئے یہ امر اگر متقی لوگوں سے ظاہر ہو۔ تو انپر اعتراض نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ حسن ظن کا حکم آیا ہے۔ لیکن مرید کو چاہئے۔ کہ نفس کے مکر سے مطمئن نہ رہے اور اپنے کمالات کو خیال میں نہ لائے اور اپنے نفس کو ہمیشہ تہمت لگاتا رہے۔ اور جب درجہ تکمیل کو پہونچے اور اکابر

کی شہادت سے اور الہامات متواتر سے ملہم ہو۔ اُسوقت اظہار کرے تاکہ لوگ اُسکے مرتبہ کو پہچان کر اُس سے مستفید ہوں۔ اور اُن کمالات کے مشتاق ہوں۔

فصل دوم شیخ کا مُرید سے سلوک کا بیان

مسئلہ شیخ کو چاہئے کہ طریقہ کے بیان کرنے میں پوری دلچسپی لے۔ مریدوں پر مہربان رہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ یعنی البتہ آیا تمہارے پاس رسول تم ہیں سے دشوار ہے اسپر تمہارا رنج کرنا۔ وہ دلدادہ ہے تمہاری ہدایت کا مسلمانوں پر کمال مہربان ہے۔ شیخ کو چاہئے کہ ترشرو نہ ہو۔ مریدوں کو سخت سُست نہ کہے مگر اسلام کے متعلق نصیحت نرمی اور شفقت سے کرے۔ درشتی اور سخت گوئی نہ کرے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی دستور تھا۔ اگر اپنے بارہ میں اُنکو قصوروار پائے تو معاف کرے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا یعنی چاہئے کہ معاف کرے اور اُسکے قصور سے درگذر کرے۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔ یعنی خدا کی رحمت کے سبب جو تجھ پر ہے۔ تو اُنپر نرم دل ہے۔ اور اگر تو اُن کے لئے ترشرو اور سخت دل نہ ہوتا۔ تو ضرور تتر بتر ہو جائیں تیرے گرد سے۔ پس معاف کر اُن کی تقصیرات اور خدا سے مغفرت طلب کر اور کام میں اُن سے مشورہ کر۔ اور مخلوق کی رضامندی کے لئے طالبان خدا کو دور کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ یعنی ان لوگوں کو دور نہ کر جو صبح و شام خدا کو یاد کرتے ہیں۔ الی قولہ تعالی فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ یعنی اگر تو اُن کو دور کر دیگا تو ظالموں میں سے ہوگا۔ اور مریدوں سے مالی یا بدنی منفعت کی توقع نہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ ارشاد عبادت ہے۔ اور عبادت پر اُجرت لینا جائز نہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی نہ پھیر اپنی آنکھیں تم اُن سے بحالیکہ تو حیات دنیا کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور رہنمائی میں اُجرت کی نیت نہ کرے مگر خدا پر۔ قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ یعنی کہدے اے محمد میں تم سے اپنی محنت کا کوئی صلہ یا اُجرت نہیں مانگتا تحقیق میری اُجرت یا صلہ تو محض اللہ تعالی پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت کی ایذا پر صبر کرتے تھے اور فرماتے تھے رَحِمَ اللّٰهُ تعالی اخی موسی لقد اوذی اکثر

من ھذا فصبر یعنی رحم کرے اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر اُن کو اس سے زیادہ ایذا پہونچائی گئی تھی جسپر اُنہوں نے صبر کیا۔ حضرت ایشان[1] شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیر بزرگوار حضرت سید نور محمد بدایونی رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے آپ کو آنحضرت کے مریدوں میں بیان کرتا تھا۔ ایک دن اس شخص نے بدبختی میں آکر آنحضرت کے حضور میں سخت بے ادبی کی اور بہت بُرا بھلا کہا جس کے جواب میں آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ دوسرے دن وہ شخص حاضر ہوا تاکہ آنحضرت سے توجہ اور استفادہ حاصل کرے۔ میں نے چاہا کہ اسکو سزا دوں آنحضرت نے مجکو منع کیا۔ اور اُس شخص پر اسطرح متوجہ ہوئے جس طرح دوسرے مخلصوں پر توجہ فرماتی تھی۔ فقیر اسبات سے بہت تنگدل ہوا اور اسکو تمام مخلصوں کے برابر سمجھنے کے باعث آنجناب کی خدمت میں ملتمس ہوا۔ تو فرمایا مرزا صاحب اگر میں اسکو سرزنش اور ملامت کرتا۔ اور توجہ نہ دیتا۔ تو مجھ سے اللہ تعالیٰ پوچھتا۔ کہ میں نے تیرے سینے میں ایک نور امانت رکھا تھا۔ اور میرے بندوں میں سے ایک اس نور کو طلب کرنے آیا۔ تو نے اُسکو کیوں محروم رکھا تو اُسوقت میں کیا یہ جواب دیتا۔ کہ الٰہی اس آدمی نے مجھکو گالی دی تھی۔ اس لئے میں نے اسکو محروم رکھا۔ اور کیا یہ جواب مقبول ہوتا۔ کچھ مدت تک میں تنگدلی کے ساتھ خاموش رہا۔ تو تھوڑے دنوں بعد آنجناب نے فرمایا کہ اے بچہ اگرچہ میں نے اسکو مخلصوں کی طرح توجہ دی ہے۔ مگر حق تعالیٰ منافق کو کب مخلص کے برابر جانتا ہے۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح کام کی حقیقت خدا کے ہاتھ میں ہے فیض صرف مخلص اور مودب دوستوں کو پہونچتا ہے۔ اس قصہ ہی کی مثال ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے جنازہ کے لئے جس نے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کی تھی۔ اُسکے بیٹے نے جو مومن مخلص تھا۔ جناب حضرت صلعم کی خدمت اقدس میں التجا کی۔ کہ آنحضرت اُسکے لئے نماز جنازہ پڑھیں اور اُسکے لئے بخشش مانگیں۔ آنحضرت م نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوگئے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مانع ہوئے اور عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ یہ وہی شخص ہے۔ کہ فلاں روز ایسا کہا ویسا کہا۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ یعنی اگر تو ستر بار بھی منافقوں کے لئے مغفرت طلب کرے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ ہرگز اُن کو نہیں بخشیگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نہ سُنا اور فرمایا کہ میں اُسکے لئے ستر دفعہ سے بھی زیادہ بخشش طلب کرونگا۔ آخر الامر آنحضرت صلعم نے اسکی نماز جنازہ پڑھی۔ اور اُس منافق کے حق میں اللہ تعالیٰ نے استغفار قبول نہ کی۔ اور آیت نازل ہوئی لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ یعنی منافقوں میں سے کسی کے لئے کبھی نماز جنازہ نہ پڑھ اور اُسکی قبر پر مت کھڑا ہو۔

[1] یہ اشارہ قاضی صاحب کے مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رح کی طرف ہے۔ مترجم

پھر ایک اور آیت نازل ہوئی اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ یعنی تو منافقین کے لئے استغفار کریا نہ کر حق تعالیٰ انکو ہرگز نہیں بخشیگا۔ اسکے بعد آنحضرت صلعم نے کبھی کسی منافق کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی۔

مسئلہ۔ مسند نشین پیر کو چاہیئے کہ باوقار رہے۔ اور کھیل وتماشہ اور زیادہ میل جول کی راہ نہ نکالے اگر اسکی شوکت وعظمت مرید کی نظر میں کم ہوگئی۔ تو اُنپر فیض کا دروازہ بند ہوجائیگا رسول اللہ صلعم کے حق میں مروی ہے کہ مَنْ رَاٰهُ عَنْ بَعِيْدٍ هَابَهٗ وَمَنْ رَاٰهُ عَنْ قَرِيْبٍ اَحَبَّهٗ یعنی جو شخص آپکو دور سے دیکھتا تھا اُسکے دل میں آپکی ہیبت سما جاتی تھی اور جو شخص آپکو قریب سے دیکھتا تھا اُسکے دل میں آپ کی محبت گھر کرلیتی تھی۔

مسئلہ۔ بعض مریدوں کو بعض پر ترجیح نہ دے۔ مگر اُس شخص کو جسے خدا تعالیٰ کی طلب زیادہ ہو۔ ابن ام مکتوم نابینا آنحضرت صلعم کے اصحابہ کرام میں سے تھے۔ ایک روز آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلعم آپکو خداوند تعالیٰ نے جو علم بخشا ہے مجکو سکھائیے۔ اُسوقت قریش کے رؤسا آنحضرت صلعم کے حضور میں بیٹھے تھے۔ اور آپ ان کو خدا تعالیٰ کی طرف ترغیب وترہیب اور دعوت دینے میں مشغول تھے۔ آنحضرت صلعم نے ابن ام مکتوم کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ چونکہ وہ نابینا تھے اسلئے اُنہوں نے بار بار آواز عرض کیا۔ آنحضرت صلعم نے اُنکی بات پر توجہ نہ کی اور رؤسا کی بات میں مشغول ہونے میں حکمت یہ تھی۔ کہ اگر وہ ایمان لے آئے تو جماعت کثیر مشرف باسلام ہوجاتی۔ ابن ام مکتوم مخلص آدمی تھے اُنکی تعلیم میں اگر دیر بھی ہوجاتی تو کوئی نقصان نہ تھا۔ تاہم یہ عتاب نازل ہوا عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى یعنی ترشروئی کی اور منہ پھیر لیا۔ جبکہ اسکے پاس نابینا آیا۔ اس غرض کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص خدا طلبی کیلئے زیادہ محکم ہو اسکی تعلیم میں کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو فرمایا یَا دَاوُدُ اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَهٗ خَادِمًا یعنی اے داؤد جب تجھے میرا طالب ملے۔ تو تو اسکا خادم ہوجا۔

مسئلہ۔ اور نیز صاحب ارشاد کو چاہیئے۔ کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو خلق اللہ کی بے اعتقادی کا باعث ہو۔ جیسے کہ فرقہ ملامتیہ نے اسکو جائز رکھا ہے۔ کہ یہ طریقہ منصب ارشاد میں خلل انداز ہے۔ اس لئے صوفیہ کہتے ہیں کہ رِیَاءُ الْکَامِلِیْنَ خَیْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِیْدِیْنَ یعنی کاملوں کی ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔ ارشاد کا منصب ایک بڑا اہم منصب ہے۔ یہ تو رسول اللہ صلعم کی نیابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا

مُنِیْرًا۔ یعنی ہم نے تجھ کو بھیجا تاکہ تو اُمت کے اعمال پر شاہد ہو۔ نیکو کاروں کو خوشخبری دے اور بدکاروں کو دوزخ سے ڈرائے۔ اور خدا کے اذن سے اُسکی طرف راہ دکھائے۔ اور نور روشن کرنیوالا چراغ ہو۔ ارشاد کا ثواب تمام عباوتوں کے ثواب سے زیادہ ہے۔ دارمی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے دو آدمیوں کے حال کی بابت دریافت کیا۔ جو بنی اسرائیل میں سے تھے۔ ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا اور پھر مخلوق کی تعلیم میں مشغول رہتا تھا۔ دوسرا تمام شب نماز میں کھڑا رہتا تھا۔ اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس عالم کی فوقیت اس عابد پر ایسی ہے جیسی میری فوقیت ایک ادنیٰ آدمی پر۔

مقام چہارم

قرب الٰہی کے اسباب اور اُسکی ترقی کا بیان

جاننا چاہئے کہ قرب الٰہی کا سبب جذب یعنی خدا تعالیٰ کا اپنے بندے کو اپنی طرف کھینچنا ہے۔ یہ جذب کبھی بلا کسی واسطے کے ہوتا ہے اسکو اجتبا کہتے ہیں اور اکثر کسی امر کے توسط سے ہوتا ہے۔ اور وہ متوسط بالحکم استقراء دو چیزیں ہو سکتی ہیں ایک عبادت۔ دوسری انسان کامل کی صحبت۔ اسلئے جذب الٰہی جو عبادت کے توسط سے ہو۔ اُسکو عبادت کا ثمرہ کہتے ہیں۔ اور جو صحبت کے توسط سے ہو اُسکو تاثیر شیخ کہتے ہیں۔ یہ کلام علت فاعلی میں ہے اور علت غائی استعداد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہے اور جس کی خبر کلام مجید بھی دیتا ہے۔ کہ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا۔ یعنی پیدائش جس پر حق تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے ما من مولود الا وقد یولد علے الفطرۃ ثم ابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ یعنی جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کی قابلیت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اُسکے ماں باپ اُسکو یہودی۔ نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ انسانی استعدادیں مختلف ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ یعنی انسان کی جنس کان ہے۔ جیسے سونے چاندی کی کانیں کہیں سے سونا نکلتا ہے کہیں سے چاندی کہیں سے لوہا وغیرہ اور قرب الٰہی کے موانع رذائل نفس خفیں عناصر غفلت اور عالم امر کے لطائف ہیں عبادت اور انسان کامل کی صحبت جیسے حصول قرب کا باعث ہیں۔ ویسے ہی دو چیزیں رفع موانع علت ہیں

فصل آفاقی اور انفسی سیر کا بیان

اوپر کے بیان سے واضح ہو گیا کہ ناقصوں کو تحصیل کمال کے لئے دو چیزیں بلسا ضروری ہیں ایک کسب

جس سے مراد عبادات اور ریاضت ہی۔ جیسے کہ شیخ کامل و مکمل تجویز کرے۔ جو موانع کو رفع کر دے اور نفس و عناصر کو پاک اور لطائف عالم امر کو صاف کرے۔ جو لطائف عالم خلق کی مصاحبت سے تاریک ہو گئے ہوں۔ اور اپنے آپکو اور اپنے خالق کو فراموش کر چکے ہوں۔ دوم۔ جذب شیخ کامل مکمل جو نسبت اور قرب الٰہی بخشتا ہے اور پستی سے بلندی تک پہنچاتا ہے۔ اور اولیاء اکثر طریق سلوک کو جذب پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ رفع موانع کو تحصیل مقاصد سے مقدم سمجھتے ہیں اسلئے مرید کو اذکار و ریاضت نفسی کا حکم دیتے ہیں۔ اور اپنے تصرف کو اسکی امداد میں متوجہ رکھتے ہیں تاکہ عالم امر کے لطائف پاک صاف ہو جائیں اور نفس توبہ۔ انابت۔ زہد۔ توکل۔ صبر اور رضا وغیرہ اخلاق حسنہ اور تمام مقامات عشرہ سے متصف ہو جائے۔ اس طریقہ سے جب سالک قرب الٰہی کے قابل ہو جاتا ہے تو اُسوقت شیخ اوسکو خداتعا کی طرف جذب کرتا ہے اور قرب الٰہی عطا فرماتا ہے۔ اور اس سالک کو سالک مجذوب کہتے ہیں اور اس سیر کو سیر آفاقی کے نام سے پکارتے ہیں۔ کیونکہ یہ بزرگ عناصر اور نفس اور عالم امر کے لطائف کے تزکیہ کا حکم نہیں کرتے تاکہ عالم مثال میں اپنے نفس سے خارج ملاحظہ نہ کریں۔ اور ہر ایک لطیفہ کا ایک نور ہے جبتک وہ نور ظاہر نہ ہو۔ اس لطیفہ کی صفائی کا حکم نہیں کرتے۔ قلب کو نور زرد۔ روح کو نور سرخ۔ سر کو نور سیاہ خفی کو نور سفید اور اخفی کو نور سبز کہتے ہیں۔ چونکہ یہ سیر بہت دور دراز ہے اور اُس میں بڑی مشقت ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ صوفی اثنائے سلوک میں مرجاتا ہے اور مقصود سے ناکام رہ جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ نقشبند رح کو سلوک پر جذب کے مقدم کرنیکا الہام فرمایا۔ مرید کو اول توحید کے ذریعہ سے عالم امر کے لطائف میں ذکر کا القا کرتے ہیں یہاں تک کہ قلب روح۔ سر خفی اور اخفی اپنے اصول میں فانی اور مستہلک ہو جاتے ہیں اور اس سیر کو سیر انفسی کہتے ہیں اور اس سیر انفسی کے ضمن میں اکثر سیر آفاقی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عالم امر کے لطائف سے کدورتیں اور تاریکیاں بھی جاتی رہتی ہیں۔ اور قرب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد نفس اور قالب کے تزکیہ کیلئے مرید کو ریاضت کا حکم دیتے ہیں اسلئے مرید کو ریاضت اور شیخ کی امداد اور توجہ سے نفس و عناصر کا تزکیہ بھی حاصل ہوجاتا ہے۔ اور اس سالک کو مجذوب سالک اور اس سیر کو اندراج النہایت فی البدایت کہتے ہیں۔ کیونکہ جذب جو آخری کام تھا۔ ابتدا میں مندرج ہو گیا۔ اور چونکہ عالم امر کے لطائف کی فنا کے بعد ریاضت کا حکم کیا گیا۔ اور نفس کو تیزی اور سختی جو عالم امر کے لطائف کی معیت سے تھی جاتی رہی۔ اور اسپر ریاضت آسان ہو گئی۔ اور عبادات کا ثواب فنائے لطائف کے بعد زیادہ ہو گیا۔ ان وجوہ سے یہ سیر بہت آسان اور بہت جلد ہوتی ہے اور اگر مرید اس سیر میں کمال حاصل کرنے سے مر جائے۔ تو مطلق محروم نہیں رہتا۔ کیونکہ ذکر قلب شروع

صحبت ہی میں حاصل کر چکا ہوتا ہے واللہ اعلم۔

فصل۔ عبادات کی برکات کا بیان

جاننا چاہئے کہ کامل کی عبادات سے قرب الٰہی ایسی ترقی پکڑتا ہے جس کا اعتبار کیا جا سکے اور ناقص کی عبادت سے قرب حاصل ہوتا ہے۔ لیکن غیر معتبر۔ کیونکہ ناقصوں کی عبادت کا ثواب کاملوں کی عبادات کے ثواب سے کم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ تمام اہل جہان کی عبادت گویا ولی کی عبادت کا سایہ ہے۔ پس ایسے ہی انکی عبادات کی برکات میں فرق ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ ناقص کی عبادت سے صرف اسقدر قرب حاصل ہوتا ہے۔ کہ اگر بالفرض کوئی شخص پچاس ہزار سال عبادت کرے۔ تو اولیا کے ادنےٰ درجہ کو پہونچیگا۔ اور مرتبہ ولایت پائیگا۔ خدا کا یہ قول گویا اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ یعنی فرشتے اور جبرئیل علیہ السلام ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں اور چونکہ دنیا کی ساری عمر بھی اسقدر نہیں ہوتی۔ اسلئے ولایت کا حصول صرف ریاضت اور مجاہدہ سے متصور نہیں ہو سکتا۔ مولانا روم فرماتے ہیں :۔ ؎

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ × سیر عارف یک دمے تا تخت شاہ

اسلئے واضح رہے کہ مشائخ جو مریدوں کو ریاضت و مجاہدہ کا حکم دیتے ہیں۔ اس سے مقصود تصفیہ عناصر اور تزکیہ نفس ہے۔ نہ حصول قرب بلکہ تصفیہ اور تزکیہ بھی صرف عبادت سے نہیں ہوتا۔ جبتک صحبت مشائخ کی تاثیر اسکے ساتھ شامل نہ ہو۔

مسئلہ۔ بعض اکابر ایسا فرماتے ہیں۔ کہ جس عبادت میں محنت اور مشقت بہت ہو۔ وہ عبادت رذائل نفس کے دور کرنے میں پوری پوری موثر ہوتی ہے۔ اسلئے تو کر جہر چلّے اور خلوت مانوس وغیرہ ایسے ہی امور نکالے گئے ہیں اور یہ بات اس ارشاد سے پیدا ہوتی ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خِصَاءُ اُمَّتِي الصِّيَامُ یعنی روزہ رکھنا میری اُمت کا خصّی ہونا ہے یعنی جسپر شہوت غالب ہو چاہئے کہ وہ روزہ سے اُسکو دور کرے۔ کیونکہ روزہ میں مشقت ہے۔ اسلئے رسول اللہ صلعم نے قوت شہوانیہ کو دور کرنے کے لئے اسکو تجویز کیا ہے نماز کو نہیں۔ حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ اور آپ جیسے دیگر بزرگان دین نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو عبادت سنت کے موافق ہے۔ وہ رذائل نفس۔ تصفیہ عناصر اور قرب الٰہی کے حصول کے لئے زیادہ مفید ہے۔ اسلئے

بدعت حسنہ سے بھی بدعت قبیحہ کی طرح بچتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کُلُّ مُحْدَثٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ
ضَلَالَۃٌ اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ کُلُّ مُحْدَثٍ ضَلَالَۃٌ اور ظاہر ہے۔ کہ لَا شَیْءَ مِنَ الضَّلَالَۃِ
یُھْدٰی بِہٖ فَلَا شَیْءَ مِنَ الْمُحْدَثِ یُھْدٰی بِہٖ نیز حدیث میں آیا ہے اِنَّ الْقَوْلَ لَا یُقْبَلُ مَا لَمْ
یُعْمَلْ بِہٖ وَکِلَاھُمَا لَا یُقْبَلَانِ بِدُوْنِ النِّیَّۃِ وَالْقَوْلُ وَالْعَمَلُ وَالنِّیَّۃُ لَا تُقْبَلُ
مَا لَمْ تُوَافِقِ السُّنَّۃَ یعنی زبانی بات مقبول نہیں ہوتی بغیر عمل کے اور یہ دونو مقبول نہیں ہوتے بغیر
نیت کے۔ اور یہ تینوں مقبول نہیں ہوتے جب تک کہ سنت کے موافق نہ ہوں۔ اور جب وہ اعمال جو
سنت کے موافق نہ ہوں قبول نہیں ہوتے۔ تو انپر ثواب بھی مترتب نہیں ہوتا۔ اگر مشقت کو حصول قرب
اور دفع رذائل میں دخل ہوتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع نہ فرماتے۔ ابو داؤد نے انس بن مالک
سے روایت کی ہے۔ کہ لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ فَشَدَّدَ
اللّٰہُ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ فَتِلْکَ بَقَایَاھُمْ فِی الصَّوَامِعِ وَالْبِیَعِ رَھْبَانِیَّۃَ نِ ابْتَدَعُوْھَا
مَا کَتَبْنٰھَا عَلَیْھِمْ یعنی اپنے نفسوں کو سخت تنگ نہ کرو۔ کیونکہ ایک قوم نے اپنے نفسوں کو سخت کیا
تھا پس اللہ تعالی نے انکو سخت تنگ کیا۔ اور یہ لوگ گرجاؤں اور معبدوں میں انہیں کی اولاد ہیں۔ یعنی
نصاریٰ نے رہبانیت خود اپنے پر فرض کی تھی۔ خدا تعالے نے انپر فرض نہیں کی تھی۔ صحیحین میں مروی ہے
کہ تین آدمی ازواج رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آئے اور اُن سے رسول اللہ صلعم کی عبادت کے متعلق پوچھا
امہات المومنین نے رسول اللہ صلعم کی عبادت کا حال انکو سنایا۔ جس کو وہ بہت کم جانتے تھے۔ اور
کہا کہ رسول اللہ صلعم کی کیا برابری ہو سکتی ہے؟ انکی شان میں خدا تعالی نے تو فرمایا ہے لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ ایک نے کہا کہ میں رات بھر عبادت کیا کروں گا اور نیند نہیں
کرونگا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھونگا اور افطار نہیں کرونگا۔ تیسرے نے کہا کہ میں نکاح نہیں کرونگا
اور عورتوں سے کوئی سروکار نہیں رکھونگا۔ رسول اللہ صلعم جب گھر میں تشریف لائے اور یہ قصہ سنا تو
آپ نے فرمایا اَلَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ اَخْشَاکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَاَتْقٰکُمْ لَہٗ یعنی یاد رکھو میں تم سے زیادہ خدا سے
ڈرتا ہوں اور زیادہ متقی ہوں۔ لیکن روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ رات کو نماز پڑھتا ہوں اور
سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے صحبت بھی کرتا ہوں۔ پس جو شخص کہ میری سنت سے منہ پھیرے۔ وہ میرے
پیروں کے زمرہ میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ میں سخت ریاضتوں سے ترقیات دیکھ رہا
ہوں اور مکاشفات اور باطن کی صفائی پارہا ہوں جس کا میں انکار نہیں کر سکتا۔ تو جواب کہا جائیگا
کہ کشف خرق عادات اور تصرف عالم کون وفساد میں ریاضت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اسی لئے

حکمائے اشراقین اور ہند کے جوگی اس سے بہرہ یاب ہوجاتے ہیں اور یہ کمالات اہل اللہ کی نظر اعتبار سے ساقط ہیں۔ جو نخود اور جو کے برابر بھی نہیں خریدے جاتے۔ نفس کی برائیوں کا دور کرنا شیطان اور وسواس کا ہلاک کرنا طریقہ سنت کے بغیر ممکن نہیں ہے

محال است سعدی کہ راہ صفا ✶ تواں رفت جز در پئے مصطفٰے

اگر کوئی سوال کرے۔ کہ اگر اسی طرح ہو تو پھر چاہئے کہ بعض سلسلوں میں جو ریاضت شاقہ استعمال کرتے ہیں کوئی ولایت کے مرتبہ کو نہ پہونچے۔ اور یہ باطل ہے۔ جواباً کہا جا سکتا ہے کہ اولیاء اللہ سب کے سب سنت کے تابع ہیں۔ ان میں سے بعض بعض پر سنت کی پیروی میں فوقیت رکھتے ہیں۔ اگر بدعت داخل ہوئی ہے۔ تو اُن کے بعض اعمال میں داخل ہوئی ہے۔ اسلئے اگر وہ بعض اعمال قرب کے زیادہ ہونے کے موجب نہ ہوں تو دوسرے اعمال سنت کے موافق اور مشائخ کاملین کی صحبت انکی دستگیری کرتی ہے۔ اور درجہ کمال پر پہونچا دیتی ہے۔ علاوہ اسکے جو نسی بدعت اُن کے بعض اعمال میں داخل ہوگئی ہے۔ وہ خطاء اجتہادی پر مبنی ہے۔ اور مجتہد جو مرتکب خطا ہو معذور ہی اور ایک درجہ ثواب کا پاتا ہے۔ اور وہ مجتہد جو صحیح رائے رکھتا ہو دو درجے ثواب کا پاتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو فقہا بلکہ تمام عالم پر عافیت تنگ ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

فصل مشائخ کی تاثیر کا بیان

جاننا چاہئے کہ ناقص اور کامل دونو اپنے سے زیادہ کامل سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ جیسے انبیا یوشع بن نون وغیرہ اولوالعزم پیغمبروں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فیض حاصل کرتے تھے۔

مسئلہ۔ ناقصوں کو ولایت حاصل نہیں ہوتی۔ مگر کاملوں کی تاثیر صحبت سے۔ کیونکہ صرف تنہا انکی عبادات ولایت کا ثمرہ نہیں لا سکتیں۔ جیسے کہ اوپر گذر چکا۔ جذب مطلق جسکو اجتبا کہتے ہیں۔ اُن کے حق میں خدا کے ساتھ مناسبت نہ رکھنے کے باعث متصور نہیں ہے۔ اس لئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے حصول فیض عوام الناس کے حق میں متصور نہیں ہے۔ مگر کسی ایسے شخص کے توسط سے جو باطن میں خدا اور ظاہر میں بندوں سے مناسبت رکھتا ہو۔ وہ اللہ کا رسول ہے یا اُس کا نائب۔ نائب کی مناسبت ظاہری کے بغیر طالبوں کو فیض پہنچنا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ط یعنی اگر زمین پر فرشتے رہتے بستے ہوتے۔ تو ضرور ہم اُن پر آسمان سے کوئی فرشتہ اُنکے پاس رسول بنا کر بھیجتے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپکی قبر مبارک سے فیض نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ مناسبت ظاہری نہیں ہے

اس لئے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب یا وارث واسطہ چاہئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ یعنی علماء ظاہر و باطن انبیاء کے وارث ہیں ✦

مسئلہ۔ جب کوئی شخص مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اسکو جناب الٰہی سے بے واسطہ فیض پہنچ سکتا ہے اور عبادات سے بھی ترقیات حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی سجدہ کر اور خدا کا قرب حاصل کر۔ اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مزار شریف اور اولیاء کرام کی قبور سے بھی فیض حاصل کر سکتا ہے ✦

مسئلہ۔ پیغمبروں کے بھیجنے سے اصل مدعا یہی تاثیر صحبت ہے۔ کیونکہ فقہ او عقائد کے مسئلے ملائکہ سے بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هٰذَا جِبْرَئِیْلُ جَاءَکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی یہ جبرئیل ہے۔ جو تمہارے پاس اس لئے آیا ہے۔ کہ تمہیں تمہارا دین سکھائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مناسبت تامہ پر تاثیر صحبت موقوف ہے جس کا ثمرہ ولایت ہے۔ اور اسی لئے پیغمبر نوع انسانی میں سے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ بیشک تمہارے پاس رسول آیا تمہاری جنس سے۔ اور فرمایا لَوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰئِکَۃٌ یَمْشُوْنَ الآیۃ۔

مسئلہ۔ بعض لوگوں کو جنکو قوی استعدادو دیگئی ہے۔ کبھی پیغمبر یا کسی ولی کی روح سے فیض پہونچتا ہے اور اسکو ولایت کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اسکو اویسی کہتے ہیں جس طرح کہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے بغیر آپ سے فیض حاصل کیا ہے۔

مسئلہ۔ صرف ریاضت بغیر تاثیر صحبت کے نفس کی برائیاں دور کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ اور انبیاء جنکو بالاصالتہ کمالات ولایت او نیز کمالات نبوت حاصل ہیں۔ ان کی صحبت کی تاثیر اور نیک لوگوں کی صحبت کی تاثیر جو متبعاً کمالات نبوت رکھتے ہیں جیسے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رذائل نفس کے دور کرنے کے لئے اور نیز ولایت کے حاصل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن نہ اتنی جلدی کہ ایک دو صحبتیں کافی ہوں۔ بلکہ بڑی مدت میں دوسرے اولیاء کی تاثیر صحبت مرید کی ریاضت کے بغیر کافی نہیں ہو سکتی اگر فقط جذب کسی ولی سے حاصل ہوا ہو۔ تو بلا ریاضت اور سلوک کے ہوتا ہے۔

مسئلہ۔ جذب الٰہی جو انبیاء علیہم السلام کے واسطہ کے بغیر ہوتا ہے۔ وہ خالص اجتبا ہے۔ اور ایسے ہی وہ جو انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے ہے۔ اور وہ جو اولیاء کے واسطے سے ہے۔ وہ خالص ہدایت ہے۔ جو نیابت پر موقوف ہے۔ اور وہ جو ارباب کمالات نبوت یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم یا دوسرے لوگوں کے

واسطے سے ہو۔ وہ ایسا اجتبا ہے کہ جس میں ہدایت کی بو ہے۔ یا ایسی ہدایت ہے جس میں اجتبا کی بو ہے پہلی قسم کو مرادیت اور دوسری کو مریدیت کہنا مناسب ہی۔ وَاللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اجتبا کرتا ہے یعنی بلا کوشش کی انتخاب فرما لیتا ہے۔ اور جو رجوع کرتا ہے اسکو ہدایت کرتا ہے۔

مسئلہ۔ جذب مطلق جس سے مراد اجتبا ہے۔ جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کو مبدء فیاض کے ساتھ مناسبت رکھنے کے باعث ہوتا ہے۔ اولیاء کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ پوری مناسبت پیدا کرنے کے بعد حاصل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ جذب مطلق کا مانع عدم مناسبت ہوتا ہے۔ اور وہ مناسبت سے متبدل ہوگیا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ صوفی جب سیر مریدی سے واصل ہوتا ہے اور دوسری منزلیں طے کرکے مقام محبوبیت تک پہنچ جاتا ہے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے محبوب خدا ہوجاتا ہے۔ اسوقت اُس کا اجتبا نیابت پر موقوف نہیں رہتا۔ بلکہ اُسکے بعد اُسکو جو ترقیات حاصل ہونگی وہ سیر مرادیت سے ہونگی۔

مسئلہ۔ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ مرید کو اجتبا اور جذب مطلق حاصل ہوجاتا ہے۔ اور پیر اُسکو حاصل کئے ہوئے نہیں ہوتا پس اس صورت میں مرید پیر سے افضل ہوجاتا ہے۔ مُراد رومی رہ نے شیخ تاج الدین سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا ہے۔ کہ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ بندہ کو اپنی طرف جذب کرلیتا ہے اور کسی اُستاد کو اسپر مقرر نہیں کرتا۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ تمہارا دشمن کون ہے۔ فرمایا پہلے تو عبدالسلام بن مشیش تھے۔ اب دس دریا ہیں۔ پانچ آسمان میں ہیں اور پانچ زمین میں۔ رشیس رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ تمہارا مرشد کون ہے۔ فرمایا اس سے پہلے حماد روباشی تھے۔ اب دو دریاؤں سے سیراب ہوتا ہوں۔ ایک دریائے نبوت اور دوسرا دریائے فتوت۔

مسئلہ۔ ہرچند کہ مرید پیر سے افضل ہوجائے۔ لیکن شیخ کا حقِ تربیت اُسکی گردن پر باقی رہتا ہے۔

فائدہ۔ جب یہ مذکور ہوچکا۔ کہ قرب کی ترقی تین چیزوں سے ہوتی ہے (۱) برکات عبادات (۲) تاثیر شیخ (۳) جذب مطلق۔ پس جاننا چاہئے۔ کہ عبادات کی برکت سے قوت اور وسعت واقربیت حاصل ہوتی ہے لیکن ایک مقام میں اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک یعنی ولایت صغرےٰ سے ولایت کبرےٰ تک پھر ولایت علیا تک اور اُس سے کمالات نبوت تک ترقی نہیں ہوسکتی۔ اور تاثیر صحبت سے ایک مقام سے دوسرے مقام میں مقام شیخ تک ترقی ہوسکتی ہے۔ اور جذب مطلق سے مقام بمقام برابر ترقیات حاصل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ جہانتک خدا کو منظور ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

فصل - استعداد کا بیان

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی قرب و معرفت کی استعداد رکھی ہے۔ اور اس استعداد کو ہدایت بالفعل لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی ہم نے انسان کو بہترین حقیقت میں پیدا کیا ہے یعنی وہ استعداد کمالات رکھتا ہے۔ پھر اسکو رد کیا ہم نے نیچے سے نیچے تک یہانتک کہ وہ اپنے جیسے یا اپنے سے بھی ناچیز اشیاء کی عبادت کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ شخص جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ما من مولود الا وقد یولد علی فطرۃ ثم ابواہ یہودانہ الحدیث۔ لیکن افراد انسانی استعداد کی کیفیت میں مختلف ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ خیارکم فی الجاہلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا[1]۔ پس جیسے کہ معادن میں اختلاف ہے۔ کہ لوہے اور تانبے کی کان میں سونے کی قابلیت نہیں ہوتی۔ اور سونے کی کان میں لوہے کی قابلیت نہیں ہوتی۔ ایسے ہی افراد انسانی مختلف استعدادیں رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا یعنی ہم نے تمکو مختلف طور پر پیدا کیا ہے۔ اور یہ کیفیات نفس و عناصر کی صفات سے شدت و ضعف وغیرہ کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہیں اور ہدایت اور گمراہی دو نوع جگہ ظاہر ہوتی ہے خِیَارُکُمْ فِی الْجَاہِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اسپر دال ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعجب ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا اَخِیَارٌ فِی الْجَاہِلِیَّۃِ وَخِیَارٌ فِی الْاِسْلَامِ کی دوسری نوعیت ہے۔ استعداد انسانی کے اختلاف کا ایک اور سبب ہے۔ کچھ ان میں سے اسماء آلٰہی کے سایہ ہیں یا تو ایک درجہ کا سایہ ہے یا دو تین درجہ یا سو درجہ کا الی ما یعلمہ اللہ تعالیٰ۔ اور نیز بعض اسم ہادی کا ظل ہیں اور بعض اسم المضل کا۔ اس قسم کی استعداد ہدایت و ضلالت کی مستلزم ہے۔ جس استعداد کا مبدٔ تعین اسم ہادی ہے۔ وہ ضرور ہدایت کو پہنچیگی اور جس کا مبدٔ تعین اسم مضل ہے۔ وہ ضرور گمراہ ہوگی۔ لیکن کسی شخص کا مبدٔ تعین اسم ہادی کا سایہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ ولایت کے درجہ کو پہونچے۔ ہاں جس شخص کو خدا محض اپنے کرم سے اس درجہ پر پہنچانا چاہے وہ پہنچ سکتا ہے۔ اس وقت مراتب کا فرق اس ظل کے قرب اور بعد کے سبب سے جو اسکے تعین کا مبدٔ ہے ظاہر ہو جائیگا جس کا مبدٔ تعین اعلےٰ اور اقرب ہوگا۔ اسکی ولایت بھی اشرف ہوگی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مبدٔ تعین چونکہ ائمہ ظلال لفظاً اعلےٰ تھا۔ اسلئے وہ ولایت میں بھی سب سے

---

[1] یعنی تم میں سے جو لوگ عہد جہالت میں بھلے لوگ شمار ہوتے تھے وہ اسلام میں بھی بھلے لوگ ہیں جب انکو سمجھ آگئی۔ مترجم

پیشِ قدم اور برتر رہے۔

مسئلہ۔ نوع ثانی یعنی باعتبار مبادی تعینات کی استعدادوں کے اختلاف کا ثمرہ قیامت میں ظاہر ہوتا ہے۔ خصوصاً ولایت صغریٰ میں اسکا اظہار ہوتا ہے۔ نوع اول کے اختلاف کا ثمرہ تمام مقامات میں ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ عالم امر کے لطائف اور مبادی تعینات کے فیوض کا معاملہ ولایت صغریٰ میں ہے۔ اور اس کا کچھ حصہ ولایت کبریٰ میں بھی آتا ہے۔ اور ولایت کبریٰ کے اکثر دائروں میں نفس کے ساتھ معاملہ ہے۔ اور ولایت علیا میں تین عناصر کے ساتھ اور کمالات نبوت میں عنصر خاک کی ساتھ اور اس سے اوپر ہیئت وحدانی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ۔ ممکن ہے کہ بعض اولیا بعض انبیاء کی باقی مٹی سے پیدا ہوئے ہوں۔ نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی مٹی سے بنے ہوں۔ **سوال**۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ ہر شخص اپنے والدین کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ **جواب**۔ اکثر چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی عقل سے ثابت نہیں ہوسکتیں صرف شرع سے ثابت ہوتی ہیں یا کشف والہام سے۔ جیسے کہ نفس ولایت جس سے مراد بے مثل قرب ہے۔ امام محی السنۃ البغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں کہ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى عطائی خراسانی کا قول ذکر کیا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ نطفہ جو رحم میں ٹھہر جاتا ہے۔ تو ایک فرشتہ تھوڑی سی مٹی اس جگہ سے لاتا ہے جہاں اسکو بعد الموت دفن کیا جاتا ہے۔ پس اس مٹی کو نطفہ میں ڈال دیتا ہے تو مٹی اور نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے۔ اور خطیبؒ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا فِيْ سُرَّتِهٖ مِنْ تُرْبَتِهِ الَّتِيْ يُوْلَدُ مِنْهَا فَاِذَا رُدَّ اِلٰى اَرْذَلِ عُمُرِهٖ رُدَّ اِلٰى تُرْبَتِهِ الَّتِيْ خُلِقَ مِنْهَا يُدْفَنُ فِيْهَا وَاِنِّيْ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَةٍ وَاحِدَةٍ وَفِيْهَا نُدْفَنُ یعنی ہر پیدا شدہ کی ناف میں مٹی ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے۔ پس جب ارذل عمر یعنی موت کے وقت کو پہونچتا ہے۔ تو اسی مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے پیدا ہوا تھا۔ اُسی میں دفن کیا جاتا ہے۔ اور بیشک میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی میں دفن کئے جائینگے

میرزا محمد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث کی تائید میں کئی احادیث ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ بعض کو بعض تقویت دیتی ہیں۔ جہاں شرح صحیح بخاری کی کتاب الجنائز میں ابن سیرین کا قول لائے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اسبات پر

قسم کھاؤں تو میں سچا ہونگا۔ اور مجھے کچھ شک نہیں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ایک مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو میری مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمان پر اُڑ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو مٹی کسی پیغمبر کے لئے مہیا کی ہو۔ اور زمین کی پیدائش کے وقت سے اُسکو انوار برکات اور نزول رحمت سے پرورش کیا ہو۔ اُس میں سے کچھ مٹی بچ رہی ہو۔ جو کسی ولی کے جسم کا خمیر بن جائے۔ یہ امر عقلاً محال نہیں ہے۔ اور شریعت سے اسکا پتہ ملتا ہے۔ کشف سے ثبوت ملتا ہے۔ اور اسکو اصطلاح میں اصالت کہتے ہیں اور صاحب اصالت کشفی نظر سے اسطرح دکھائی دیتا ہے۔ کہ گویا اسکا جسم جواہرات سے جڑا ہوا ہے۔ اور دوسروں کا جسم پانی اور مٹی سے ہے۔

مسئلہ۔ ہرچند کہ اصالت موجب فضل ہے۔ مگر صاحب اصالت کی افضلیت اُن لوگوں پر جنکی افضلیت اجماع سے ثابت ہے۔ لازم نہیں آتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نص حدیث کے موجب صاحب اصالت ہیں حالانکہ حضرت عثمان علی حسن حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہم بالاجماع اُن سے افضل ہیں۔

پانچواں مقام
مقامات قرب الٰہی کا بیان

واضح ہو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ صفات وجودیہ حقیقیہ اور اضافیہ۔ صفات سلبیہ اور اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے۔ چنانچہ قرآن وحدیث اسپر ناطق ہیں۔ اور اولیائے کے کشف سے ثابت ہے۔ کہ اسماء صفات الٰہی کے ظلال ہیں اور اسماء وصفات الٰہی انبیاء وملائکہ کے مبادی تعینات ہیں۔ اور اسماء وصفات الٰہیہ کے ظلال دوسروں کے مبادی تعینات ہیں اگر کوئی سوال کرے۔ کہ عقل وشرع کے نزدیک جائز نہیں کہ اسماء وصفات الٰہی کے ظلال ہوں۔ تو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے مکتوبات شریف[۱] کی تیسری جلد کے ایک سو بائیسویں مکتوب میں لکھا ہے۔ کہ واجب تعالیٰ کا ظل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ظل سے مثل پیدا ہونے کا وہم ہوسکتا ہے۔ اور کمال لطافت کے اصل کے عدم کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بوجہ لطافت سایہ نہ تھا۔ تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا کا کیونکر سایہ

مبادی تعینات

[۱] یہ کتاب فارسی میں ہے اور اب اسکا اردو ترجمہ شایع ہو چکا ہے۔ اُردو ترجمہ مکتوبات شریف کامل ہر سہ دفتر ناشران کتاب ہذا سے فی مل سکتا ہے۔ ۱۲

ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ ظلال سے مراد وہ نہیں جو عوام سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ مخلوقات الٰہی سے بعض لطائف ہیں۔ جو اسماء وصفات الٰہی سے پوری نسبت رکھتے ہیں کہ بذریعہ اس مناسبت کے اسماء وصفات الٰہی سے وجود اور توابع وجود کا فیض اہل عالم کو پہنچانے کے لئے واسطہ بن جاتے ہیں۔ اسی مناسبت کی وجہ سے انکو ظل کہا جاتا ہے۔ یا سُکر کی حالت میں انکو ظل سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ اسی مکتوب میں لکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ اس قسم کے علوم واجب تعالیٰ اور ممکن کے مابین نسبت ثابت کرتے ہیں مگر ہماری شرع اسکے ثبوت میں وارد نہیں ہوئی۔ یہ سب معارف سکریہ میں سے ہیں۔ خارج میں موجود بالذات اور بالاستقلال حضرت عزت تعالےٰ وتقدس کی ذات ہے اور اُس کی آٹھوں حقیقی صفات اسکے سوا جو کچھ ہے۔ سب اللہ تعالیٰ ہی کی ایجاد سے موجود ہوا ہے۔ اور سب ممکن اور مخلوق اور حادث ہے۔ اور کوئی مخلوق خالق کا ظل نہیں ہے۔ اس ظلیت کا علم عالم سالک کو راہ میں بڑا کام دیتا ہے۔ اور اُسکو کشاں کشاں اصل تک لیجاتا ہے۔ اور فقیر کہتا ہے۔ کہ وہ جو حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَظُلْمَةٍ لَوْ كُشِفَ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار پردے نور او ظلمات کے ہیں۔ اگر وہ پردے دور ہو جاتے تو اُسکی ذات کی روشنی جہاں تک نگاہ جاتی ساری مخلوق کو جلا دیتی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا یا مُحَمَّدُ دَنَوْتُ مِنَ اللّٰهِ دُنُوًّا مَا دَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ فَقَالَ كَيْفَ كَانَ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں خدا سے اسقدر قریب ہوا۔ کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرئیل اسکی کیا کیفیت تھی۔ عرض کیا میرے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے۔ شاید ان پردوں سے مراد یہی ظلال ہوں۔ یعنی اگر ظلال نہ ہوتے تو عالم معدوم ہو جاتا۔ کیونکہ خدا کی ذات عالم سے مستغنی ہے۔ اور سبعون کا لفظ کلام عرب میں اظہار کثرت کے لئے آتا ہے اور وہ جو حدیث میں نور اور ظلمت کے پردے مذکور ہوئے ہیں اس سے صوفیوں کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ مؤمنین کی مبادی تعینات نورانی پردے ہیں جو اسم ہادی کے ظلال ہیں۔ اور کفار سے مبادی تعینات ظلمانی پردے ہیں جو اسم المضل کے ظلال ہیں۔ غوث الثقلین فرماتے ہیں ؎

خَرَقْتُ جَمِيْعَ الْحُجُبِ حَتّٰى وَصَلْتُ اِلٰى ✗ مَقَامٍ لَقَدْ كَانَ جَدِّىْ فَادْنَانِىْ

یعنی میں تمام پردوں کو پھاڑتا ہوا آخر اسی مقام تک پہنچ گیا۔ جہاں میرے جد (مراد آنحضرت صلعم)

تھے تو مجھکو قریب کیا۔ یہاں تک کہ میں تمام مراتب ظلال سے تجاوز کر گیا جس سے مراد ولایت صغریٰ ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مبدء یقین میں پہنچگیا۔ جو مرتبہ صفات میں ہے جس کو ولایت کبریٰ کہتے ہیں۔ سوال اسماء وصفات الٰہی اور اُنکے ظلال کو کیوں مبدء تعین کہتے ہیں۔ جواب۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ یعنی اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے مستغنی ہے۔ تاکہ ان صفات وظلال کو فیض الٰہی پہونچانے کے لئے وجود وتوابع وجود سے واسطہ ہو۔

سوال۔ ہر شخص کا تعین انہیں وجوہ سے اُسکے وجود کی فرع ہے۔ چنانچہ حلقہ میں مقرر ہے۔ پس اسماء وصفات خود عالم کے مبادی تعینات ہوسکتے ہیں۔ ظلال کے وجود کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر مبادی تعینات نہیں ہوسکتے تو انبیا وملائکہ کے مبادی تعینات کیونکر ہونگے۔

جواب۔ مبادی تعینات ہوسکتے ہیں لیکن ظلال کی پیدائش میں اور اُنکو فیض رسانی کا واسطہ بنائے جانے کی کوئی حکمت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر تمام مبادی تعینات خود صفات واسماء ہوتے تو سارا عالم انبیاء وملائکہ کے رنگ میں معصوم ہوتا۔ اور ہر ایک کی ذات کا مقتضا جذب مطلق ہوتا اور صفات جلالی وجمالی کا مقتضا یہ تھا کہ بعض مومن ہوں اور بعض کافر بعض صالح ہوں اور بعض فاسق تاکہ رحمت وقہر وغیرہ صفات کے آثار ظہور پذیر ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ یعنی اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر شخص کو ہدایت بخشتے۔ لیکن میری طرف سے یہ تقدیر فیصلہ پاچکی ہے کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سے دوزخ کو پُر کروں گا۔

فائدہ۔ ملائکہ اور انبیاء کی مبادی میں تفاوت یہ ہے۔ کہ صفات الٰہیہ میں دو اعتبار جاری ہیں ایک تو فی نفسہا اُن کے وجود کی جہت دوسری اُنکے قیام بذات حق کی جہت۔ پس صفات پہلی جہت سے مربی انبیاء اور دوسری جہت سے مربی ملائکہ ہیں۔ غرضیکہ ملائکہ کی ولایت انبیاء کی ولایت سے علے اور خدا تعالےٰ کی طرف اقرب ہے۔ لیکن ملائکہ اپنے مقام میں ترقی نہیں کرسکتے۔ جیسا کہ آیت وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ سے ظاہر ہے یعنی ہم (ملائکہ) میں سے ہر ایک کے لئے مقرر درجہ ہے جس سے وہ ترقی نہیں کرسکتا۔ اور انبیاء ترقیات کرسکتے ہیں۔ بمقابلہ ملائکہ بھی اور اس سے بھی بالاتر جن سے مراد نبوت۔ رسالت اور اولوالعزم کے کمالات ہیں۔ اس لحاظ سے انبیا وملائکہ سے افضل ہوتے ہیں۔ جیسے کہ اہل حق کا عقیدہ ہے۔ جب یہ تمام تمہید ہوچکی تو واضح ہو کہ جب صوفی ریاضت عبادت متابعت صاحب شریعت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آنحضرت کی تاثیر صحبت بلاواسطہ

یا بالواسطہ کے ذریعے سے اپنے مقام سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی اقربیت کی طرف ترقی کرتا ہے۔ تو
ہا وجودیکہ اس صوفی کو جناب الٰہی سے اسی قدر قرب میسر ہوتا ہے۔ جو اس کے اصل یعنی ظل کو
ہے۔ جو اسکا مبدء تعین ہے۔ تو اس وقت صوفی پر اصطلاح میں ولی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور
قرب کے مراتب ہر چند کہ بے مثل اور بے نظیر ہیں لیکن عالم مثال میں تمام عالم نظر کشفی میں بصورت دائرہ
دکھائی دیتا ہے تو اسکو عالم امکان کہتے ہیں اور عرش مجید قطرہ دائرہ کی صورت میں نظر آتا
ہے۔ نیچے کی قوس میں عناصر اربعہ اور نفس نظر آتے ہیں اور عالم امر کے لطائف پنجگانہ اوپر کی قوس میں
دکھائی دیتے ہیں اور اس ظلال میں سے گذرنے سے اسماء وصفات بھی بصورت دائرہ نظر آتے
ہیں۔ اور صوفی اپنے آپ کو عالم مثال میں پاتا ہے۔ گویا سیر کرتا ہے۔ اور یہاں تک ترقی کر جاتا ہے
کہ دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اپنی اصل کو پہونچ جاتا ہے اور اپنے آپ کو اصل کے رنگ
میں پاتا ہے۔ اور اصل کے ساتھ باقی دیکھتا ہے۔ اپنے آپ کو اس میں فانی اور مستہلک پاتا ہے
اس طرح پر کہ اپنے آپ کا کوئی وجود اور اثر نہیں پاتا۔ اس سیر کو اصطلاح میں سیر الی اللہ کہتے ہیں
اور یہ دائرہ ظلال ولایت صغریٰ اور اولیاء کی ولایت کا دائرہ ہوتا ہے۔ اکثر اولیاء بحالت
سُکر اسی دائرہ ظلال کو دائرہ صفات اور صفات کو عین ذات کہدیتے ہیں اور انا الحق
کے قائل ہو جاتے ہیں اسکے بعد جب اپنے مبدء تعین سے ترقی کرکے دائرہ ظلال سے سیر واقع ہوتی
ہے۔ تو اس سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور درحقیقت یہ سیر الی اللہ ہے۔

فائدہ۔ اے بھائی ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ سات یا آٹھ ہیں جیسا کہ علمائے
علم کلام نے ان پر بحث کی ہے لیکن ان صفات وغیرہ کی جزئیات بے انتہا ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا
نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ یعنی اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم ہو جائیں۔ اور ایسے ہی سات اور
سمندر سیاہی ہوں تو کلمات الٰہی ختم نہ ہوں یعنی کلمات مع جو صفات وکمالات پر دلالت کرتے
ہیں۔ اختتام کو نہ پہنچیں جیسے کہ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں × بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے صفات بے انتہا ہیں ویسے ہی صفات کے ظلال بھی غیر متناہی ہیں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور
جو کچھ خدا کے پاس ہے باقی ہے۔ اگر کوئی ولایت صغریٰ اور مراتب ظلال میں بہ تفصیل سیر کرے

تو وہ ابداً لا باد تک ختم نہ ہو۔ لیکن ہر شخص مراتب ظلال میں جس قدر کہ اُسکے حق میں مقدر ہی سیر کرتا ہے اور ہر ظل کا ظل ہوتا ہے۔ اور پھر دوسرے تیسرے اور چوتھے درجہ میں اور جہان تک خدا کو منظور ہے۔ اُسکا بھی ظل ہوتا ہے۔ صوفی ترقی کے مرتبہ میں عروج کر کے اپنے اصل پر پہونچ جاتا ہے۔ اور اس میں فنا ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے ترقی کر کے اُسکے اصل میں فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس ظل میں پہونچتا ہے۔ اپنے آپ کو اسمیں فنا اور مستہلک اور اُسکے وجود کے ساتھ باقی پاتا ہے۔ یہی معنی ہیں مولانا روم رح کے اس شعر کے ؎

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام ✤ ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

اگر اسکے بعد عنایت صوفی کے شامل حال ہو۔ تو اس درجہ سے بھی عروج واقعہ ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے اسماء وصفات کے دائرہ میں داخل ہونا نصیب ہوتا ہے۔ جو ان دوائر ظلال کا اصل ہے۔ اور جو سیر اس میں واقع ہوگی۔ وہ سیر فی اللہ ہوگی۔ اور ولایت کبرے کا آغاز ہوگا۔ جو انبیا علیہم السلام کی ولایت ہے۔ دوسروں کی متابعت سے یہ دولت حاصل ہوئی ہے۔ عالم امر کے لطائف پنجگانہ کے عروج کی انتہا اس دائرہ کی انتہا ہے۔ اسکے بعد محض خدا کے فضل سے اس مقام سے عروج واقعہ ہوتا ہے۔ اس کو دائرہ حصول کی سیر حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی دائرہ کے طے کرنے کے بعد اوپر کا دائرہ ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ ایک قوس کے اور کوئی ظاہر نہیں ہوئی۔ اس لئے اسی قوس پر اختصار کیا گیا۔ اس میں کوئی بھید ہوگا۔ کہ اس پر اطلاع نہیں بخشی گئی۔ اور اسماء وصفات کے یہ تینوں اُصول جو بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت ذات تعالے وتقدس میں محض اعتبارات ہیں ان تینوں اُصولوں کا حاصل ہونا نفس مطمئنہ سے خاص ہے۔ نفس کو اطمینان بھی اسی مقام پر حاصل ہوتا ہے۔ اسی مقام پر شرح صدر میسر ہوتی ہے۔ سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہوتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ تخت صدر پر جلوس فرما کر مقام رضا پر ترقی کر جاتا ہے۔ یہ مقام انبیا۔ کی ولایت کبرے کا منتہی ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اس مقام تک میری سیر کا سلسلہ پہونچا۔ تو میں سمجھا۔ کہ کام انجام کو پہنچ گیا اُس وقت ندا آئی۔ کہ یہ مقام اسم الظاہر تفصیل تھی۔ جو کہ پرواز کا ایک بازو۔ اور اسم الباطن ملاء اعلے کے مبادی تعینات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور سیر کو شروع کرنا ملائکہ کی ولایت کبرے میں قدم رکھنا ہے۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسم الظاہر اور اسم الباطن کے دو بازو

حاصل کر کے جب اُڑنا نصیب ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ ترقیات فی الحقیقت عنصر ناری اور عنصر ہوائی اور عنصر آبی کا حصہ ہے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے۔ کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے پیدا کئے گئے ہیں۔ جنکی تسبیح ہے۔ سبحان من جمع بین الماء والثلج یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کیا ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس سے اوپر سیر کرنے کا موقع ہے تو وہ کمالات نبوت کا آغاز ہوگا۔ ان کمالات کا حاصل ہونا انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے اور مقام نبوت کا مقتضا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے کامل اتباع کرنے والوں کو بھی ان کمالات سے حصہ ملتا ہے۔ اور لطائف انسانی میں سے ان کمالات کا زیادہ حصہ عنصر خاک کے لئے ہے۔ باقی عناصر اور عالم خلق و عالم امر کے لطائف اسکے تابع ہیں۔ اور چونکہ یہ عنصر بشر سے مخصوص ہے۔ اس لئے خواص بشر خواص ملائکہ سے افضل ہوئے۔ تمام ولایت صغرٰے و کبرٰے و علیا کے کمالات کے سائے اور مثال ہیں۔ جب کمالات نبوت کے دائرہ میں مرکز پر پہونچتے ہیں۔ تو وہ مرکز بصورت دائرہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ کمالات رسالت کا دائرہ ہے۔ جو بالاصالت انبیاء مرسل سے خاص ہے۔ باقی جس کو میسر ہوتا ہے طفیل اور متابعت سے میسر ہوتا ہے۔ جب اس دائرہ ثانی کے مرکز میں پہونچتے ہیں۔ تو وہ مرکز بھی بصورت دائرہ نظر آتا ہے یہ کمالات اولوالعزم کا دائرہ ہے جس کی شان مثال برتر ہے۔ انبیاء الوالعزم کو جب یہ منصب عطا کیا جاتا ہے۔ اُسکے ساتھ قیام اشیاء کا ہوتا ہے۔ بعض اولیا بھی خوش قسمت ہوتے ہیں جنکو انبیاء کی طفیل یہ منصب عطا کیا جاتا ہے۔ حضرت مجدد رح فرماتے ہیں۔ کہ جب میں یہ سیر پوری کر چکا۔ تو معلوم ہوا کہ اگر بالفرض ایک قدم اور آگے رکھوں۔ تو وہ عدم محض میں جاکر پڑیگا۔ کیونکہ اس سے آگے عدم محض کے سوا اور کچھ نہیں۔ اے فرزند یہ ماجرا سُن کر اس وہم میں مبتلا نہ ہو جانا۔ کہ آخر عنقا ہی جال میں آیا۔ کیونکہ وہ ذات پاک اس سے آگے بھی۔ اور آگے سے آگے بھی ہے۔ اُس کا یہ آگے ہونا پردوں کے اعتبار سے نہیں ہے۔ کیونکہ پردے تو سب کے سب اُٹھ چکے ہیں۔ بلکہ باعتبار ثبوت عظمت و کبریا کے ہے جو ادراک کا مانع ہے۔ پس وہ ذات باری سبحانہ اقرب فی الوجود وابعد فی الوجدان ہے یعنی اُس کا وجود قریب ہے۔ مگر اُس کا ادراک بہت دُور ہے۔ بعض ایسے کمال آموز حضرات ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کو بطفیل انبیاء علیہم السلام عظمت و کبریا کے خیمے میں پہنچانے اور محرم بارگاہ بنا دیتے ہیں۔ پھر اُن کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے سو ہوتا ہے۔ یہ معاملہ انسان کی ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے۔ جو عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ تاہم اس مقام کی سیر میں عنصر خاک

کی سواری ہوتی ہے۔ اس مقام کے کمالات ہیئت وجدانی سے مخصوص ہیں ایسا آدمی بہت سی صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اور بارگاہ عظمت و کبریا کا ظہور کعبہ ربانی کی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرتبہ علیا کے بعد خالص نور جسکو اس فقیر نے حقیقت کعبہ معلوم کیا ہے۔ ایک نہایت اعلےٰ مرتبہ ہے۔ جو قرآن شریف کی حقیقت ہے۔ کعبہ بحکم قرآن جہان بھر کا قبلہ ٹھہرا ہے۔ حضرت سیف الدین رح فرماتے ہیں کہ قرآنی انوار کے انکشاف کی غالب علامت یہ ہے کہ عارف کے باطن پر ایک بوجھ سا وارد ہوتا ہے گویا یہ آیت اسی معرفت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۔ یعنی بیشک ہم نے تجھ پر بھاری کلام نازل کی۔ حضرت مجدد رح فرماتے ہیں کہ اس مقدس مرتبہ کے اوپر بھی ایک مرتبہ ہے۔ جو نہایت بلند ہے۔ جو نماز کی حقیقت ہے۔ معراج شریف کے قصہ میں آیا ہے کہ قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّیْ یعنی ٹھہرو اے محمد کیونکہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھ رہا ہے یعنی ایسی عبادت جو مرتبہ تجرد و تنزہ کے لائق ہو مگر مراتب وجود سے صادر ہو فھو العابد وھو المعبود۔ ممکن ہے کہ اس سے حقیقت نماز ہی کی طرف اشارہ ہو۔ حضرت عروة الوثقیٰ فرماتے ہیں۔ کہ جو لذت نماز ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں حصہ نہیں ہے۔ اور عین لذت نالہ و فغاں میں ہے۔ اور دنیا میں نماز کا رتبہ آخرت میں دیدار کا رتبہ ہے۔ حضرت مجدد رح فرماتے ہیں کہ دولت دیدار جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو شب معراج اور بہشت میں حاصل ہوئی تھی۔ وہ دنیا میں نماز کے اندر حاصل ہوتی تھی۔ اسی لئے فرمایا ہے الصلوٰۃ معراج المؤمنین یعنی نماز مومنین کے لئے معراج ہے۔ اور فرمایا اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ یعنی بندہ نماز میں خدا سے نہایت ہی قریب ہوتا ہے۔ حضرت عروة الوثقیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہر چند کہ دنیا میں دیدار الٰہی نہیں ہے۔ مگر دیدار الٰہی کے قریب قریب ہی یعنی نماز میں۔ حضرت مجدد رح فرماتے ہیں کہ وہ مرتبہ مقدس جو حقیقت نماز سے اوپر ہے۔ وہ خالص معبودیت کا استحقاق ہے۔ اس مقام پر وسعت بھی کوتاہ ہے۔ انبیاء اور اکابر اولیا کی سیر حقیقت نماز کی مقام تک ہے۔ اس مقام کے اوپر خالص معبودیت ہے۔ یہ دولت کسی کو میسر نہیں ہے لیکن الحمد للہ سبحانہ کہ اس مقام پر نظر کرنے سے منع نہیں فرمایا گیا اور بقدر استعداد گنجایش دیگئی ہے۔ مصرع

بلا بودے اگر ایں ہم نبودے۔

کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت اس مقام پر ثابت ہوتی ہے۔ لا الہ الا اللہ کے معنے مبتدیوں کے مناسب حال لا معبود الا اللہ ہیں۔ چنانچہ شرع میں کلمے کے یہی معنے قرار پائے ہیں اور موجود۔ یا۔ لا وجود۔ لا مقصود کہنا اوسط درجہ کے مبتدیوں کے لئے مناسب ہے۔ اس

مقام میں نظر میں ترقی اور بینائی میں تیزی عبادت نماز سے وابستہ ہے۔ اور کسی عبادت سے نہیں۔ مگر دوسری عبادتوں سے نماز کی تکمیل میں مدد ملتی ہے۔ اور اسکے نقصان کی تلافی ہوتی ہے۔

فصل۔ ولایت صغریٰ کا بیان ہے

اکثر اولیاء جو ایک مقام کے سوا جس کو مجدد رضی اللہ عنہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں چونکہ دوسرا مقام ثابت نہیں کرتے۔ اسلئے تعین اول جس کو وحدت سے تعبیر کرتے ہیں اور مرتبہ اجمال اور حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ اور تعین ثانی جسکو واحدیت سے تعبیر کرتے ہیں اور مرتبہ تفصیل اور حقائق ممکنات کہتے ہیں۔ اسی مقام میں ثابت کرتے ہیں حضرت مجدد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولایت صغریٰ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے سوا باقی ممکنات کا دائرہ ظلال ہے۔ انبیاء کے حقائق یعنی انکی مبادی تعینات نفس صفات ہیں جنکو ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور ملائکہ کے حقائق کو ولایت علیا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان دونوں ولایتوں کے درمیان جو فرق ہے وہ بیان ہو چکا۔ اور لفظ اعلیٰ کو ولایت کبریٰ سے حقیقت محمدی کہا ہے۔ جسکو صفۃ العلم یا شان العلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ بات آنحضرت صلعم پر کمالات نبوت تک پہنچنے سے پیشتر مکشوف تھی۔ پھر جب نبوت اور رسالت اور الوالعزم کے کمالات پر مشرف ہوئے۔ تو آپ پر ظاہر ہوا۔ کہ تعین اول اس وجود کا تعین ہے۔ جو رب ابراہیم خلیل الرحمان ہے اور مرکز جو اسکے تمام اجزاء سے اشرف اور مقدم ہے حقیقت محمدی ہے۔ اسکے بعد آپ پر ظاہر ہوا۔ کہ تعین اول حب کی صفت ہے۔ محیط دائرہ خلت ہے۔ جو خلیل الرحمان ابراہیم علیہ السلام کا مبدء تعین ہے اور مرکز محبت ہے۔ جب مرکز پر پہونچتے ہیں تو وہ بھی دائرہ ظاہر ہوتا ہے جس کا محیط وہ خالص محبت ہے۔ جو سوائے کلیم اللہ کا مبدء تعین ہے اور اسکا مرکز محبوبیت ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مبدء تعین ہے۔ اور وہ مرکز دائرہ کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور وہ اسکا محیط محبوبیت ممتزجہ (مخلوط) ہے۔ اور اسکا مرکز خالص محبوبیت ہے۔ اس میں حقیقۃ الحقائق ہے۔ محبوبیت ممتزجہ کا معاملہ اسم مبارک محمد سے تعلق رکھتا ہے۔ اور محبوبیت خالص کا تعلق اسم مبارک احمد کے ساتھ ہے۔ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس سرور کائنات صلعم کے لئے دو ولائتیں ہیں ایک تو ولایت محبوبیت ممتزجہ جس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں دوسری ولایت محبوبیت خالص جس کو حقیقت احمدیہ کہتے ہیں اور یہی تعین اول ہے۔ اسکے اوپر لاتعین ہے۔ کہ اس میں سیر کے لئے ایک قدم تک کی گنجائش نہیں ہے۔ اور تعین اول یعنی حقیقت احمدیہ سے اوپر

ترقی ممکن نہیں۔ لیکن حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کو آخر عمر میں مرض الموت کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اس مقام سے جو ترقی حاصل ہوئی۔ وہ سیر نظری کے ساتھ تھی۔ نہ کہ سیر قدمی کے ساتھ۔ حضرت عروۃ الوثقی فرماتے ہیں۔ کہ یہ معنے آنحضرت یعنی مجدد صاحب سے اسی مجلس میں حاصل ہوئے۔

سوال۔ تعین اول میں اولیاء کے کشف اور مجدد صاحب کے کشف میں تعارض واقع ہونے کا کیا سبب ہے۔

جواب۔ حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظل بسیط شے ہے۔ اور اپنے آپ کو اصل شے ظاہر کرتا ہے۔ اور سالک کو اپنے دھوکا میں گرفتار کرلیتا ہے۔ پس وہ لوگ ظل تعین اول کے تعین میں ہیں جو شروع کے وقت عارف پر اصل تعین اول پر جو تعین حُبّی ہے۔ ظاہر ہوا ہے۔

سوال۔ علم صفات حقیقیہ سے ہے۔ اور حُب صفات اضافیہ اور وجود حُب پر پر مقدم ہے۔ کیونکہ حب وجود کی فرع ہے۔ ان کو ظل تعین بھی کہنا ٹھیک نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ علم صفات حقیقیہ سے ہے۔ جو لاتعین کے مرتبہ میں داخل ہے۔ اور مبادی تعینات تمام اعتبارات ہیں۔ پہلا اعتبار جو ظاہر ہوا۔ وہ حُب ہے۔ اگر حُب نہ ہوتی۔ تو کوئی مخلوق موجود نہ ہوتی۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف یعنی میں مخفی خزانہ تھا۔ پھر مجھکو اس بات کی محبت ہوئی۔ کہ میں پہچانا جاؤں۔ دوسرا اعتبار وجود ہے۔ جو ایجاد کا مقدمہ ہے تعین وجود گویا تعین حُبّی کا ظل ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے صفات۔ اپنے کمالات اور نیز اپنی ذات کو جانتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ کی صفات جو مرتبہ علم میں ہیں ولایت کبرے اور ولایت علیا کا دائرہ ہیں۔ اور ان صفات کا ظلال ولایت صغرے ہے۔ اور ذات بیچون جو مرتبہ علم میں ہے۔ اُس تک پہنچنا کمالات نبوت کمالات رسالت اور کمالات الوالعزم ہیں۔ اور حقیقت قرآن اور حقیقت نماز اور معبودیت نفس الامری اعتبارات ہیں۔ اور مرتبہ علم سے خارج ہیں۔ جن کا نفس الامری وجود ہے۔ مثلاً زید خارج میں موجود ہے اور اس کا وجود امر اعتباری ہے۔ جو خارج میں موجود نہیں۔ لیکن نہ وہ اعتبار جو اعتبار پر موقوف ہو معتبر ہو سکتا ہے۔ بلکہ نفس الامری ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب رہ نے بطور سوال و جواب فرمایا ہے:۔

سوال- تعین اول ایک وجود ہے- اور اُس کا وجود خارج میں موجود نہیں- ان بزرگوں کے نزدیک خداوند تعالےٰ کی ذات کے سوا کوئی چیز موجود نہیں- اور اس میں تعینات اور تنزلات سے خارج کوئی نام ونشان نہیں اور اگر میں کوئی علمی ثبوت دوں- تو لازم آتا ہے کہ تعین علمی اس سے متقدم ہو جو خلاف مقدور ہے-

جواب- امر ثابت ہے- اگر ثبوت خارجی دیا جائے- اس معنے سے جو علم کے سوا ہیں تو اُن کا بھی ثبوت گنجایش رکھتا ہے- واللہ سبحانہٗ تعالےٰ- حضرت عروۃ الوثقےٰ فرماتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہئے- کہ تعین اول اور تعین ثانی کے یہ معنی نہیں ہیں- کہ اللہ تعالےٰ تنزل کر کے حُب بن گیا یا وجود بن گیا- بلکہ معنی اُسکا ظہور ہے- جو تنزیہ کے لائق ہے- اور انبیا علیہم السلام کے کلام کے مناسب ہے یعنی صادر اول- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اول ما خلق اللہ نوری یعنی سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے جس چیز کو پیدا کیا ہے وہ میرا نور ہے-

فصل- ولایت اور کمالات نبوت ورسالت کے ہر مقام میں صوفی کے حالات

واضح ہو کہ ولایت اور کمالات نبوت ورسالت کے ہر مقام میں صوفی کو دو حالتیں ہیں- ایک تو خلقت سے منقطع ہونا- اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا- بمقتضائے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا- یعنی اپنے پروردگار کا نام یاد کر- اور اُسکے غیر سے منقطع ہو پوری طرح- دوم رجوع عن اللہ باللہ یعنی پھر خلقت کے ساتھ مناسبت تازہ کرنا جو مقام تبلیغ وارشاد کے لوازم سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا یعنی اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو بھی آدمی کی صورت میں بناتے- اگر فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے- تو اُسکو آدمیوں کی صفات پر بناتے- تاکہ فیض رساں اور فیض یاب کے مابین مناسبت ہو- کیونکہ مناسبت کے بغیر فیض حاصل نہیں ہوتا- پہلی حالت میں نظر کشفی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا کی طرف سیر کرتا ہے- اور دوسری حالت میں نظر آتا ہے- کہ گویا خدا کی درگاہ سے مخلوق کی طرف آتا ہے اس حالت میں صوفی غمگین ہوتا ہے- اور جس قدر اُسکا نزول پورا ہوتا ہے- اُسی قدر اُسکا فیض عالم میں زیادہ سرایت کرتا ہے-

فائدہ- مقام عروج میں سورۂ سبح اسم کا پڑھنا مؤثر ہے-

فصل۔ یہ تمام مقالات جو عروج کے متعلق بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہزار سال کے بعد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کئے ہیں۔ ان سے پہلے اولیاء میں سے کسی کی زبان سے اُن کا ذکر نہیں ہؤا۔ اس تمام کی بنا اس بات پر ہے۔ کہ پہلی اُمتوں کے درمیان خلقت کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ میں اور ہر گاؤں میں انبیاء مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ یعنی کوئی شہر ہی ایسا نہیں ہؤا جس میں کوئی پیغمبر نہ گذرا ہوا۔ اور بعض اُن میں سے رسالت کے درجہ کو پہونچتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ انبیاء کی مقدار ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اور رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ اور ہزار سال کے بعد یا اُسکے قریب ایک اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام سے ہزار سال بعد نوح علیہ السلام اسی طرح اُنکے بعد ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے بعد موسیٰ علیہ السلام پھر عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی اُمت کے اولیا خلقت کی ہدایت کے لئے آپکے نائب ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور اُن کے درمیان ہر صدی پر ایک ایسا ممتاز ولی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے نبیوں کے درمیان رسول پیدا ہوئے ہیں ابوداؤد وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علی راس مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا یعنی اللہ تعالیٰ اس اُمت میں ہر صدی پر ایسا آدمی پیدا کرے گا جو اُسکے دین کی تجدید کریگا۔ اور جب ہزار سال گذر گئے۔ اور اولوالعزم کی نوبت پہونچی۔ تو اللہ تعالیٰ نے قدیم عادت کے موافق دوسرے ہزار کے لئے ایک مجدد پیدا کیا۔ جو تمام مجدد و اولیاء میں وہ رتبہ رکھتا ہے۔ جو انبیاء میں رسولوں کا درجہ ہے۔ اور اُسکو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی مٹی سے پیدا کیا۔ اور وہ مقامات و کمالات عطا کئے۔ جو کسی نے نہ دیکھے تھے۔ اور اُن کی طفیل سے یہ کمالات آخری زمانہ میں شائع ہوئے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وابشروا وابشروا انما

مثل امتی مثل غیث لا یدری اخرہ خیر ام اولہ اوکحدیقۃ اطعم فوجاً منہا عاماً ثم اطعم فوجاً منہا عاماً لعل اخرہا فوجاً ان یکون اعرضہا واعمقہا عمقاً واحسنہا حسناً یعنے بشارت دو۔ اور بشارت حاصل کرو۔ اس خوبی کی وجہ سے کہ میری اُمت کا حال مینہہ کا سا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کا آخر بہتر ہے یا اُسکا اول۔ یا میری اُمت کا حال باغ کی مانند ہے۔ مجھے اس باغ میں سے ایک سال میووں کی ایک قسم کھلائی جاتی ہے۔ اور دوسرے سال دوسری قسم شاید کہ دوسری قسم چوڑائی میں زیادہ چوڑی اور گہرائی میں زیادہ گہری اور خوبی میں زیادہ خوب ہو۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کتاب الزہد میں بیہقی نے روایت کی ہے۔ اور اسی طرح ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید۔ یعنی جو شخص میری اُمت کے فساد کے وقت میری سُنّت کو لازم پکڑے۔ اُسکو سو شہیدوں کا ثواب ملیگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں بعض لوگ ہونگے۔ جو دوسروں سے اپنے علوم میں اور کمالات میں زیادہ واقف اور زیادہ عمیق اور نیک تر ہونگے۔ اور جو شخص اُمت کے فساد اور کفر و فسق کے غلبہ کے وقت سُنّت کو مضبوط پکڑے گا اُسکو سو شہیدوں کے برابر ثواب ہوگا۔ واللہ اعلم ✦

خاتمہ سلسلہ نقشبندیہ کے سلوک کا بیان

تمام مسلمانوں کو عموماً اور طریقہ نقشبندیہ کے صوفیوں کو خصوصاً جنکے طریقہ کی بنا ہی اتباع سُنّت پر قائم ہے۔ لازم ہے۔ کہ فقہ اور حدیث کی خدمت کریں۔ تاکہ فرائض۔ واجبات محرمات۔ مکروہات مشتبہات اور عبادات و عادات میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنّت معلوم کریں۔ اور جہانتک ہو سکے اتباع سُنّت کی کوشش کریں۔ خصوصاً فرائض وواجبات کے اتباع میں اور مکروہات و مشتبہات سے بچنے میں سُنّت کی رعایت محکم پکڑیں بدن۔ کپڑے اور جائے نماز کی طہارت اور تمام شرائط نماز میں پوری پوری احتیاط کریں۔ لیکن ظاہری طہارت میں وسواس کی حد تک اپنے آپ کو نہ پہونچائیں کیونکہ یہ مذموم ہے۔ اور پنجگانہ نماز مسجدوں میں جماعت کے ساتھ پڑہیں۔ اس طرح کہ تکبیر تحریمہ

اول فوت نہ ہو۔ اور جماعت کی تعداد بڑھائے۔ اور اچھے آدمی کو امام بنانے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ یعنی مقتدی کی نماز امام کی نماز کی ضمانت میں ہے۔ پس جس قدر امام کامل ہوگا۔ اسی قدر اس کی نماز کامل ہوگی جمعہ کی نماز ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور تمام سنن اور آداب نماز کی اچھی طرح رعایت کریں نماز پورے اطمینان سے ادا کریں اور قرآن شریف کی صحت و صفائی اور اچھی آواز سے گانے کی طرز کے بغیر پڑھیں نماز مستحب وقتوں میں پڑھیں اور سنن راتبہ کو جو بارہ رکعت ہیں۔ اور نماز تہجد کو جو سنت مؤکدہ ہے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ماہ رمضان کے روزے احتیاط سے ادا کریں۔ لغویات یا گناہ یا غیبت سے روزہ کا ثواب ضائع نہ کریں۔ اور نماز تراویح اور ختم قرآن شریف اور اعتکاف عشرہ آخیر رمضان لازم پکڑیں۔ لیلۃ القدر کی تلاش رکھیں۔ ذکر کے اوقات کو معمور رکھیں۔ اگر نصاب نامی کے مالک ہوں۔ تو زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے۔ لیکن اس بارے میں سنت یہ ہے کہ حاجت ضروری سے زیادہ مال قبضہ میں نہ رکھیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فتح خیبر کے بعد اپنی ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو چھ سو سیر سالانہ جو اور خرما دیتے تھے۔ اور اپنی ملکیت میں ایک درم بھی نہیں رکھتے تھے۔ اور کسب حلال سے کھاتے رہیں۔ خرید و فروخت وغیرہ معاملات میں مسائل فقہ کی رعایت لازم رکھیں مشتبہات سے پرہیز رکھیں۔ حقوق الناس ادا کرنے میں سعی بلیغ کریں۔ اگر حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہوگئی ہو تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پیران عظام کی شفاعت سے مغفرت کی امید ہے۔ لیکن حقوق العباد نہیں بخشے جاسکتے۔ نکاح پیغمبروں کی سنت ہے۔ لیکن اگر اس کے حقوق ادا نہ کر سکے۔ اس خوف سے کہ اس سے فرائض و واجبات فوت ہوجائیں گے۔ تو اس سے باز رہنا بہتر ہوگا۔ اس بارہ میں مختصر احکام دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ و حدیث سے تلاش کرنی چاہیئے۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور مکروہات و مشتبہات سے پرہیز کرنے کے بعد صوفی پر لازم ہے۔ کہ اپنے اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور رکھیں اور بیہودگی میں وقت ضائع نہ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ اہل جنت حسرت نہ کریں گے۔ مگر اس گھڑی پر جس میں اُنہوں نے خدا کو یاد نہ کیا ہوگا۔ نفس کو فنا کرنے سے پہلے کثرت نوافل اور تلاوت قرآن سے قرب الٰہی میں ترقی نہیں

ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ۔ یعنی ہاتھ نہ لگائیں اسکو مگر طہارت والے لوگ۔ چنانچہ طہارت ظاہری نماز کی شرط ہے۔ رذائل نفس سے پاک ہوئے بغیر نماز اور تلاوت کی برکتیں حاصل نہیں کی جاسکتیں جس طرح ظاہری کفر کا ازالہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح باطنی کفر کا ازالہ بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے کلمہ سے ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ یعنی اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ لوگوں نے پوچھا۔ اپنے ایمان کو کس طرح تازہ کریں۔ فرمایا بار بار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے سے۔ تمام سلسلوں کے مشائخ نے اپنے مریدوں کے لئے اسی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر مقرر کیا ہے۔ بعض اونچی آواز سے ذکر کرتے ہیں اور اسی سے (لذت الٰہی) تلاش کرتے ہیں۔ نقشبند رحمۃ اللہ نے ذکر جہر کو بدعت سمجھکر ذکر خفی پر اکتفا ہے۔ اس لئے فنائے قلب وغیرہ عالم امر کے لطائف کے لئے ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر حبس نفس کے ساتھ مفید سمجھتے ہیں۔ اور دم کو ناف کے نیچے بند کرکے لَا کو خیال میں ناف سے دماغ تک اور کلمہ اِلٰہَ کو دماغ سے دائیں کندھے پر لطیفہ روح تک جو دائیں پستان کے نیچے ہے اتارتے ہیں۔ اور کلمہ اِلَّا اللّٰہُ کو وہاں سے دل تک جو دائیں پستان کے نیچے ہے ضرب لگاتے ہیں۔ اس معنے کا لحاظ رکھتے ہیں کہ اُس ذات پاک کے سوا کوئی مقصود نہیں۔ یہ ذکر طاق عدد کی رعایت سے کرتے ہیں اور اسکو وقوف عددی کہتے ہیں۔ یہ عمل خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے اور اُن کو حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے نفس کے فنا کے لئے کلمہ طیبہ کا تکرار زبان سے جس کے ساتھ معنی کا بھی پورا خیال ہو مفید ہے۔ کیونکہ نفس عالم خلق سے ہے۔ اور فنائے نفس کے بعد کمالات نبوت کے مقام میں اور اس سے اوپر تلاوت قرآن شریف اور کثرت نماز سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اوپر مقامات کے ذکر میں اسکا بیان گذر چکا ہے ؂

ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ مجھکو بہشت میں آپکی ہمسائیگی نصیب ہو آپ نے کہا کچھ اور مانگو۔ اُس نے کہا مجھے تو یہی چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو پھر کثرت سجود سے اپنے نفس کو مارنے پر میری مدد کرو۔ کثرت مراقبہ مبتدی کے لئے بھی مفید ہے اور منتہی کے لئے بھی۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صوفی کثرت مراقبہ سے وزارت کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے مبتدی کو پہلے

ذات شیخ جمیع صفات کمال کے مراقبہ کا حکم دیتے ہیں جب اسکو اس مراقبہ سے بعیت حاصل ہوتی ہے۔ تو مراقبہ معیت کا اور اس آیت کے ملاحظہ کا حکم دیتے ہیں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں تم ہو۔ پھر فنائے قلب کے بعد مراقبۂ اقربیت اور ملاحظہ قولہ تعالےٰ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کا حکم دیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف اسکی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ فنائے نفس کے بعد مراقبہ محبت اور ملاحظہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کا حکم دیتے ہیں یعنی وہ انکو دوست رکھتا ہے اور وہ اسکو دوست رکھتے ہیں جب فنائے کامل حاصل ہو جاتی ہے۔ تو کمالات نبوت ہیں اور اس سے اوپر ذات خاص کے مراقبہ پر مواظبت کرے۔ ذکر و فکر اور فرائض و نوافل سے فارغ ہو کر اگر علماء و مفتیان اور صلحاء کی مصاحبت اور مکالمت میسر ہو تو غنیمت سمجھے۔ بشرطیکہ علماء دنیا داروں کی صحبت سے باز رہنے والے ہوں۔ اور اگر علماء وصلحاء کی صحبت میسر نہ ہو۔ تو تنہا بیٹھنا یا سو رہنا بہتر ہے۔ العزلۃ خیر من الجلیس السوء والجلیس الصالح خیر من العزلۃ یعنی گوشہ نشینی برے ہم نشین سے اچھی ہے اور نیک ہمنشین گوشہ نشینی سے اچھا ہے۔ جاہلوں اور فاسقوں اور ان لوگوں کی صحبت اور ہم نشینی جو دنیا میں مستغرق رہتے ہیں۔ کارخانۂ باطن کو خراب کر دیتی ہے خصوصاً مبتدی صوفیوں کے حق میں سخت مضر ہے۔ جیساکہ تھوڑے سے پانی کو نجاست پلید کر دیتی ہے۔ صوفیوں۔ صاحب دلوں اور ولیوں کی ہم نشینی صحبت اللہ کے ذکر اور عبادت سے بھی زیادہ مفید ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین باہم کہا کرتے تھے اجلس بنا نؤمن ساعۃ یعنی ہمارے پاس بیٹھو تاکہ ہم آپس میں ایمان تازہ کر لیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یک زماں ہم صحبتِ با اولیا ٭ بہتر از صد سالہ بودن در تقا

ترجمہ۔ اولیاء کی صحبت میں ترا تھوڑی دیر بیٹھنا سو سال تقوے میں گذارنے سے بہتر ہے۔

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نماز را بحقیقت قضا بود ولیکن ٭ نماز صحبت ما را قضا نخواہد بود

ترجمہ۔ نماز رہ جائے تو قضا کی جا سکتی ہے لیکن ہماری صحبت کی نماز قضا نہ ہو سکے گی

ایک شخص نے کسی کو کہا کہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں خدا کی صحبت میں رہتا ہوں۔ اس شخص نے کہا۔ کہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنا خدا کی صحبت میں رہنے سے بہتر ہے۔ مطلب یہ تھا۔ کہ تو بقدر اپنی نسبت کے اور موافق اپنے حوصلے کے جناب الٰہی سے فیض حاصل کر سکتا ہے۔ اور بایزید رحمۃ اللہ کی صحبت میں تجھکو اُنکے علو مرتبہ کے موافق فیض حاصل ہوگا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ مثنوی[1] میں فرماتے ہیں سے

دور شو از اختلاط یار بد | یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمی بر جاں زند | یار بد بر جان و بر ایماں زند

ترجمہ۔ بُرے دوست کی صحبت سے دور رہو۔ بُرا دوست سانپ سے بھی بدتر ہوتا ہے سانپ تو صرف جان کو نقصان پہونچاتا ہے (مگر) بُرا دوست جان کے ساتھ ایمان کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اللھم ارزقنی حبك وحب من یحبك وحب عمل یقربنی الیك

آمین آمین

[1] مثنوی مولانا روم سادہ اور مشرح اور اُن کی سوانحعمری حسب ضرورت ہو تو ناشران کتاب ہذا سے طلب کریں۔ مترجم

مختصر تقریظ کتاب ہذا از مسکین سراج الدین کاتب عفی اللہ عنہ وزیر آبادی

کتاب مستطاب تحفۃ السالکین ترجمہ اُردو ارشاد الطالبین از تصنیفات مولوی قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی عثمانی حنفی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جس میں مترجم مدظلہ نے مضامین کی آراستگی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ گویا فصاحت و بلاغت کا ایک لبالب چشمہ جاری کر کے فقرائے عظام و صوفیائے کرام کے حال و استقبال کے زمانہ کے لئے ایک بے بہا اور نایاب تحفہ تیار کر دیا ہے اسمیں بے شمار مسائل ایسے ہیں کہ جنسے وہ قلوب جو شرک اور کفر کے اعتقادات سے لبریز ہیں توحید کی چاشنی لینگے۔ اسکے بڑے بڑے عنوانوں سے اسکی خوبیوں کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اسکے ہر ایک مسئلہ کا ماخذ قرآن شریف کی آیات بینات اور احادیث صحیحہ ہے۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے اوراد کے طریقے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے کلمات طیبات سے بھی اسکے مضامین کو زینت بخشی گئی ہے۔ صاحبدل صوفیوں کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر انکی صحبت اختیار کرنیسے جو جو استفاضات حاصل ہوتے ہیں انکا بیان بھی نہایت وضاحت سے کیا گیا ہے۔ علم سلوک اور معرفت طریقت وحقیقت کے رموز کا انکشاف طالبان حق بین کیلئے آفتاب نصف النہار کی طرح چمکیلی انکو کیں لگتا ہے۔ مترجم صاحب نے نہایت جانفشانی اور عرقریزی سے ترجمہ کر کے دنیائے اسلام کو اپنا ممنون احسان کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو نیکی کی توفیق دے۔ آمین